رسالہ الہادی رجسٹر نمبر ایل ۱۰۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ على الناس على مكث ونزلناہ تنزيلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے
عامہ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی تفہیم و تعمیل
بر مقاصد مبادی پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ مشتمل ست بتدریج مشہور
مسمی بہ

الہادی

جلد ۶ | بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۹ھ | نمبر ۱۰

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و مذکر ست و رہبر مجلس دنیا دی
و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی بصورت تجربہ رسالۃ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ
و حل اشتباہات کلید مثنوی و تشرف تفسیر حل القرآن و اشتہارات اکبر و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست
از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی بادارہ محمد عثمان عامی بہر ماہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزنداور برصدور میگردد

لہ ہذا التفسیر العام ماخوذ من حدیث اقض بیننا بکتاب اللہ و قضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۴۹ ہجری نبوی صلعم

جو بہ برکت دعاء حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہ العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

شانِ نزول سورۂ آلِ عمران

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِس سورۃ کے ابتدائی حصّہ کے نزول کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ عیسائیوں کی ایک جماعت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناظرہ کیا تھا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی اُلوہیت یوں استدلال کیا تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔ غیب کی باتیں بتاتے تھے۔ پرندوں کی مورتیں بنا کر ان میں پھونک مارتے تھے۔ تو وہ زندہ جانور بنجاتے تھے اور اُن کے خدا کا بیٹا ہونے پر یوں استدلال کیا تھا۔ کہ وہ بلا باپ کے پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے بچپن میں گہوارہ میں گفتگو کی جو کہ نہ ان سے پہلے کسی نے کی تھی نہ ان کے بعد کسی نے کی اور ان کے ثالث ثلثہ ہونے پر یوں استدلال کیا کہ خدا کہتا ہے کہ ہم نے کیا ہم نے حکم دیا وغیرہ وغیرہ۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تنہا نہیں۔ اور اس کے ساتھ عیسیٰؑ اور مریمؑ بھی ہیں۔ ورنہ وہ یوں کہتا کہ میں نے کیا۔ میں نے حکم دیا وغیرہ۔ اِن کے ان لغو اور بیہودہ استدلالات کا جواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دیا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ضرور۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ زندہ ہیں اور مریں گے نہیں۔ اور عیسیٰؑ کسی نہ کسی وقت ضرور مریں گے انہوں نے جواب دیا کہ بیشک۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر چیز کا انتظام کرتا اسکی نگرانی کرتا اور اسکو رزق دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بیشک آپ نے فرمایا کہ کیا عیسیٰؑ بھی ان میں سے کوئی کام کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہیں

معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کوئی چیز آسمان اور زمین کی مخفی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا بیشک آپنے فرمایا کہ عیسےٰؑ بہی ان میں سے بجز اس کے جس کا علم انکو خدا نے دیدیا ہے کچھ جانتے ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپنے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ نے مریمؑ کے رحم میں اپنی مرضی کے موافق عیسےٰؑ کی صورت بنائی اور خدا نہ کہاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ پاخانہ پیشاب کرتا ہے انہوں نے کہا بیشک۔ پہر آپنے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عیسےٰؑ کو ان کی ماں نے یونہی پیٹ میں رکہا جس طرح ایک عورت رکہتی ہے۔ اس کے بعد انکو یونہی جنا۔ جس طرح وہ جنتی ہے۔ اور ان کو یونہی غذا دی جاتی تہی جس طرح بچوں کو دی جاتی ہے۔ اور بڑے ہوکر وہ کھانا کہاتے اور پانی وغیرہ پیتے۔ اور پاخانہ پیشاب بہی کرتے تہے۔ انہوں نے کہا بیشک۔ جب انہوں نے ان سب باتوں کا اقرار کرلیا تو آپنے فرمایا کہ پہر وہ خدا کے بیٹے اور خدا اور ثالث ثلثہ کیونکر ہو سکتے ہیں اس پر وہ سمجہ گئے مگر مانا نہیں۔ یہ واقعہ ابن جریر میں بروایت محمد بن جعفر بن الزبیر عن ربیع مروی ہے۔ اس واقعہ سے چند مفید نتائج برآمد ہوئے۔

(۱) یہ کہ عیسائیوں کے وہ استدلالات جو آج وہ کرتے ہیں نئے نہیں بلکہ اِن کے بزرگ بہی یہی بیہودہ استدلالات کرتے تہے +

(۲) یہ کہ مسلمانوں کے پاس ہمیشہ سے اِن کے مسکت جواب موجود ہیں اور عیسائیوں کو جواب دینے کے لئے اسوقت کسی رسول کو بہیجنے کی ضرورت نہیں۔ جیساکہ قادیانیوں کا مرزا کی نسبت دعویٰ ہے اور مرزا خود بہی اِس کا مدعی تہا +

(۳) عیسائیوں کو جواب دینے کے لئے اسکی کوئی ضرورت نہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا جاوے۔ اور انکو مردہ مانا جاوے۔ چنانچہ اِس مناظرہ میں ان تمام واقعات کو تسلیم کرکے انکو مسکت جواب دیئے گئے ہیں +

(۴) یہ کہ حیات عیسےٰؑ کا عقیدہ مسلمانوں کا پرانا عقیدہ ہے اور نیا نہیں۔ کیونکہ اگر یہ روایت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ تو اِس میں صاف طور پر حضرت عیسےٰؑ کی حیات پر رجسٹری ہے۔ اور اگر یہ روایت اِن سے ثابت نہیں تو

۲

کم از کم ربیع اور محمد بن جعفر کے زمانہ میں اِس عقیدے کا وجود ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور ان کا زمانہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے کچھ دور نہیں۔ کیونکہ یہ دونوں تابعی ہیں۔ یہ تو اس سورۃ کا شانِ نزول اور اس کے متعلق ضروری تنبیہات تھیں اب تفسیر سنو۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

سورۃ آل عمران مدنیۃ وھی مائتا آیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

سورۂ آل عمران مدنی ہے اور اسمیں کل دو سو آیتیں ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

خدا کی یہ شان ہے کہ بجز اس زندہ و برقرار کے کوئی قابل پرستش نہیں (اور جو لوگ عیسےٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا یا ثالث ثلثہ مانتے ہیں یہ انکی جہالت اور نادانی ہے۔ کیونکہ وہ فانی ہیں اور فانی معبود نہیں ہوسکتا یہ مضمون کتاب اللہ کا ہے جسکی تصدیق اہل کتاب کو واجب اور ضروری ہے کیونکہ) اس نے تم پر کتاب کو واقعیت کے ساتھ اور ایسی حالت میں نازل کیا ہے کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے (چنانچہ جو مضامین ایسے ہیں کہ بدل نہیں سکتے جیسے مسائل متعلق ذات و صفات و فرائض رسالت و حشر و نشر وغیرہ وہ اسمیں بھی اسی طرح ہیں۔ نیز وہ ان کے جملہ مضامین کے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کرتی ہے بجز ان خرافات کے جو لوگوں نے

۳

ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ○ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ○ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ○

ان میں شامل کردی ہیں لہذا ان کے ماننے والوں کو اسکی بھی گنجائش نہیں کہ وہ اس لئے اسکو رد کردیں کہ وہ کتب الٰہیہ کے معارض ہے) اور (یہ تنزیل کوئی نئی بات بھی نہیں کیونکہ) اس سے پیشتر وہ لوگوں کو ہدایت کرنے کے لئے توراۃ وانجیل نازل کرچکا ہے (پس اسی قاعدہ سے اس نے اسے بھی نازل کیا ہے) اور اسی نے (اس کے منزل ہونے پر) دلائل (بھی) نازل کئے ہیں (چنانچہ اسکی ہر سورۃ اپنی معجز ہونے کے لحاظ سے ایک مستقل دلیل ہے اور دوسرے دلائل اس کے علاوہ ہیں پس ایسی حالت میں ان کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ لہذا) جو لوگ (اب بھی) خدا کی آیات کا انکار کرتے (اور انہیں نہ مانیں) ان کے لئے سخت عذاب (مقرر) ہے اور (یہ کوئی قابل استبعاد بات نہیں کیونکہ) اللہ تعالےٰ غالب ہیں ہر چیز پر اور انتقام لینے والے ہیں (پس غلبہ کیوجہ سے ان کو عذاب پر قدرت ہے اور منتقم ہونے کی وجہ سے اس کا وقوع ہوگا۔ اگر یہ شبہ ہو کہ تحقیق عذاب کے لئے صرف قدرت اور منتقم ہونا کافی نہیں بلکہ جرم کے علم کی بھی ضرورت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ) اللہ پر کوئی چیز نہ زمین میں مخفی ہے نہ آسمان میں (نیز) وہ وہ ہے جو رحموں میں تمہاری صورتیں جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے (پس جبکہ وہ تمہارے حالات سے اس وقت بھی بے خبر نہیں ہے۔ جبکہ تم ماں کے پیٹ میں ہوتے ہو۔ تو اسوقت ان سے کیسے بے خبر ہوگا۔ نیز اس خود مختارانہ تصرف سے یہ بھی ثابت ہوا کہ) کوئی قابل پرستش نہیں بجز اس غالب حکمت والے کے (کیونکہ تعدد الٰہ کی صورت میں خود مختارانہ تصرف نہیں ہوسکتا) وہ (عزیز وحکیم) ہی وہ ہے جس نے (اپنی کمال غلبہ و حکمت کی بناء پر) تم پر اس حالت میں کتاب نازل کی کہ اس میں کچھ آیتیں پکی ہیں۔

(جنہیں ان کے واضح المراد ہونے کی وجہ سے کسی چالاک کی چالاکی نہیں چل سکتی) یہ (آیتیں) اصل کتاب ہیں (اور انہی پر اسکی تعلیم مبنی ہے جیسے آیات توحید وغیرہ) اور دوسری ایسی ہیں جن کے مراد میں (گو نہ) خفا ہے۔ (جن میں چالاک لوگ چالاکی کرتے ہیں جیسے روح اللہ وکلمۃ اللہ وغیرہ) سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ (واضح المراد آیات کو چھوڑ کر) اس میں سے ان (آیات) کے پیچھے پڑتے ہیں جن کے مراد میں خفا ہے (کبھی) طلب شرک کی غرض سے (اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے) اور کبھی اس کے صحیح معنی معلوم کرنے کی خواہش سے حالانکہ ان کے صحیح معنی (یقینی طور پر) سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اور جو لوگ علم میں پختہ (اور محقق) ہیں وہ (اسوقت تک جب تک کہ انکو بیان شارع سے صحیح مراد نہ معلوم ہو جاوے) کہتے ہیں (کہ ان کے معنی خواہ کچھ ہوں ہمیں اس سے بحث نہیں) ہم تو ان پر (اجمالاً) ایمان لاتے ہیں۔ (کیونکہ معلوم المراد اور خفی المراد) سب ہمارے رب کے پاس سے ہیں (اس سے ان کج طبعوں کو نصیحت حاصل کرنا چاہئے۔ مگر وہ ایسا کیوں کرنے لگے۔ کیونکہ وہ بے عقل ہیں) اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں (یہ لوگ جو کہ علم میں پختہ ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب آپ بعد اس کے کہ آپ نے ہمکو ہدایت دی ہے (دوسرے کج طبعوں کی طرح) ہمارے دلونکو کج نہ کیجئے اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمایئے بلاشبہ آپ بڑے دینے والے ہیں۔ اے ہمارے رب (ہم یہ درخواست اسلئے کرتے ہیں کہ) آپ اس دن کے لئے لوگونکو جمع کرنے والے ہیں۔ جس (کے آنے) میں کوئی تردد نہیں (اور وہاں ان سب کے اعمال کا محاسبہ ہوگا پس اگر ہمارے دل کج ہوئے اور ہم نے آپ کی کتاب میں کجروی کی اور آپ کی رحمت سے محروم رہے تو پھر ہمارا کیا ٹھکانا ہے اور یہ کہ اس کے آنے میں کوئی تردد نہیں اسلئے کہا گیا ہے کہ اس کے آنے کے متعلق حق تعالیٰ کا وعدہ ہے اور) اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتے۔ ۵

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ

چونکہ اس جگہ تمکو معلوم ہوا کہ قیامت ضرور آئیگی اور اسمیں لوگوں کے اعمال کی بازپرس ہوگی تو اب سمجھو کہ اس روز کفار کا کیا حال ہوگا

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
بِذُنُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝
قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ
تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝
قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا
فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى
كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ
وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝
زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ
النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ
مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ
الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ
ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ
عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ
بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ
رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ
مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ
اللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِيْنَ

سو جن لوگوں نے کفر کیا خدا کے مقابلہ میں
ان کے مال اور انکی اولاد کچھ کام نہ آئیں گے
اور وہ لوگ (دوزخ کی) آگ کا ایندھن ہونگے
(ان کا حال بھی ایسا ہی ہوگا) جیساکہ فرعون
اور ان سے پہلے لوگوں کا ہوا۔ کہ انہوں نے
ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ تو ان کے جرائم کے
سبب سے حق تعالیٰ نے انہیں پکڑ لیا (اور
سخت سزا دی کیونکہ) حق تعالیٰ سخت سزا
دینے والے ہیں آپ ان کفار سے کہہ دیجیے
کہ عنقریب تم لوگ (دنیا میں مسلمانوں سے)
مغلوب کیے جاؤ گے اور (قیامت میں)
اکٹھے کرکے دوزخ کو لے جائے جاؤ گے
(اور تمہیں خبر بھی ہے کہ دوزخ کیا شے ہے)
بہت برا ٹھکانا ہے (خدا بچاوے تم یہ
نہ سمجھنا کہ ہم ان کمزور مسلمانوں سے کس طرح
مغلوب ہوجائیں گے۔ کیونکہ) تمہارے
لئے ان دو جماعتوں (کی جنگ) میں
جو ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تھیں
جن میں سے ایک جماعت خدا کی راہ میں
لڑتی تھی اور دوسری کافر تھی۔ جو کہ (اپنی
جماعت کو اور مسلمانوں کو) آنکھ سے
دیکھ کر (فریقین کی صحیح تعداد کے معلوم
نہونے کی وجہ سے تخمینی طور پر) اپنے کو

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۟ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

مسلمانوں سے (کم از کم) دوگنا سمجھتے تھے (گو واقع میں ان سے تگنے کے قریب تھے اس مغلوبیت کا نمونہ موجود تھا اور تم نے دیکھ لیا کہ کافروں کی اتنی بڑی اور قوی جماعت ان مختصر سے اور کمزور مسلمانوں سے کس طرح مغلوب ہوگئی (اور اس جماعت قلیلہ کا یہ غلبہ کوئی بعید بات نہیں۔ کیونکہ غلبہ کا مدار قلت وکثرت پر نہیں بلکہ تائید حق پر ہے) اور خدا جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت پہونچاتا ہے (غرض) اس واقعہ میں ایک عبرت ہے اہل بینش کے لئے (اور وہ اپنے لئے اس سے ایک مفید سبق حاصل کر سکتے ہیں اور وہ یہ کہ کفر سے باز آئیں اور یہ غرور نہ کریں کہ ہم مسلمانوں کو پیس ہی گے اور انہیں مٹا دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ وہ صرف اپنی قوت سے نہیں لڑتے بلکہ خدائی قوت بھی ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور خدا کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر خود مسلمان اپنی حماقت سے خدا کو ناراض کر کے اسکی تائید کو منقطع کر دیں تو اور بات ہے۔

۷

ع ۲ / ۱۰

ف يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ کی جو تفسیر کی گئی ہے اس سے اس شبہ کا دفع کرنا مقصود ہے۔ کہ اس آیت میں واقعہ بدر کی طرف اشارہ ہے اور اسمیں مسلمانوں کی تعداد تین سو دس اور تین سو تیرہ کے درمیان تھی۔ اور کفار کی نو سو اور ایک ہزار کے درمیان۔ پس اس لحاظ سے کفار تعداد میں مسلمانوں سے تگنے ہیں اور آیت میں انکی تعداد دوگنی ظاہر کی گئی ہے اور حاصل دفع یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے کانوا مثلیھم تعبیر فرمایا

بلکہ یرونہم مثلیہم فرمایا ہے جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ اپنے کو دوگنا سمجھتے تھے۔ سو یہ صحیح ہے۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ انہوں نے دونوں جماعتوں کے آدمیوں کی تعداد کو گن کر معلوم نہیں کیا تھا۔ پس اس سمجھنے کا منشا تخمینہ ہی ہو سکتا ہے۔ اور تخمینہ سے پوری تعداد معلوم نہیں ہو سکتی اس لیئے اُنہوں نے تخمینہ کیا کہ ہم مسلمانوں سے کم از کم دوگنے ضرور ہیں اسلیئے حق تعالیٰ نے یرونہم مثلیہم فرمایا۔ فلا اشکال واللہ اعلم بمرادہ یہانتک کفار کا حال بیان کر کے اوس کے بعد کفر کا منشا بیان کرتے اور اوسکی غلطی ظاہر فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ لوگوں کے لئے مرغوبات نفس یعنے عورتوں اور بیٹوں۔ اور سونے چاندی کے اوپر تلے چنے ہُوئے توڑوں۔ اور نمبری گھوڑوں اور دوسرے جانوروں اور کھیتی (وغیرہ وغیرہ) کی محبت کو خوشنما بنا دیا گیا ہے (اور انکی محبت ان کے لئے داعی الی الکفر اور مانع ایمان ہو جاتی ہے۔ مگر یہ انکی غلطی ہے۔ کیونکہ) یہ صرف دنیوی زندگی میں فائدہ اُٹھانے کی چیزیں ہیں (اور مرنے کے بعد بالکل بیکار ہیں) اور اللہ کی یہ شان ہے کہ اس کے پاس (یعنے اس کے قبضہ میں) حسن مآل ہے (لہذا انکی طلب کو چھوڑ کر حق تعالیٰ کو مطلوب بنانا چاہیئے تاکہ وہ انجام بہتر کرے) آپ (ان کفار سے جو کہ متاعِ دنیا کو مطلوب بنائے ہُوئے ہیں) کہدیجئے کہ تم چاہو تو میں تمکو ان سے بہتر چیزیں بتلادوں (اچھا سنو) (جو لوگ (معاصی سے) بچتے ہیں۔ ان کو ان کے رب کے پاس ایسے باغ ملیں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں (اور دنیاوی باغوں کی طرح برائے چندے نہیں بلکہ) یوں کہ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور (انکو) پاک صاف بیبیاں (بھی) ملیں گی) اور حق تعالیٰ کی جانب سے (بیر دانہ) خوشنودی بھی (عطا ہوگا) اور حق تعالیٰ بندوں کو دیکھتے ہیں (اور ان سے انکی کوئی حالت پوشیدہ نہیں۔ اس لئے یہ چیزیں انہی کو ملیں گی جو واقعی طور پر متقی ہیں۔ اور کوئی غیر متقی اپنے کو خدا کے سامنے متقی ثابت کر کے اِن سے یہ چیزیں نہیں حاصل کر سکتا) یعنے ان کو جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے۔ پس آپ ہمارے گناہ معاف فرما دیجئے اور ہمیں آتش دوزخ سے محفوظ رکھیئے جو کہ صبر کرنے والے ہیں اور راستباز ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فروتنی

۸

(باقی آئندہ)

قال اللہ تعالیٰ ویدعوننا رغباً ورہباً الآیۃ

چوں آیت بالا ناطق ست بہ خلیت رغبت و رہبت در تکمیل

عبادات + و رسالہ انوار محمدیہ ترجمہ کتاب ترغیب و ترہیب

منذری کہ

انوار الصوم

جزویست از آں مثل اصل خود بعدیل بود در باب

رغبات و رہبات + بناءً علیہ محمد عثمان رسالہ مذکورہ را

در صحیفہ شہریہ الہادی اندک اندک ثبت کنانید و

از کتب خانہ اشرفیہ شائع گردانید

(صفر المظفر سنہ ۲۹ھ)

فہرست مضامین الانوار المحمدیہ۔ انوار الصوم

اور جو نماز کے بعد ادا کرے وہ اور صدقات کی طرح ایک صدقہ ہے اسکو ابوداؤد و ابن ماجہ وحاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بخاری کی شرط پر اسکو صحیح کہا ہے **ف** چونکہ فرضیت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے جو ثبوتاً بھی قطعی ہو اور دلالۃً بھی اور یہ حدیث بوجہ خبر واحد ہونے کے ثبوتاً ظنی ہے اس لئے حنفیہ کے نزدیک صدقۂ فطر واجب ہے۔ اور فقراء و مساکین پر واجب نہیں بلکہ اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس بقدر نصاب چاندی یا سونا یا اور سامان حوائج اصلیہ اور دین سے فارغ ہو۔ خواہ اسپر سال گذرا ہو یا نہ گذرا ہو اور نصاب نامی ہو یا نہو۔ کیونکہ حولان حول نمو زکوۃ میں شرط ہے صدقۂ فطر میں شرط نہیں۔ **ف** بعض علماء نے فقراء و مساکین پر بھی صدقہ فطر واجب کیا ہے جبکہ اسکی قوت سے فاضل مقدار صدقہ موجود ہو اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ صدقۂ فطر کے واجب ہونے کی علت یہ ہے کہ اس سے روزہ دار ان لغویات و بیہودگیوں سے پاک ہو جاتا ہے جو روزہ میں اس سے ہوئی ہوں اور اسکی حاجت ہر روزہ دار کو ہے خواہ غنی ہو یا فقیر پس سب پر فرض ہونا چاہیئے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے

۱۱۳

عہ قال المنذری قال الخطابی قوله فرض رسول الله صلی الله علیه وسلم زکاة الفطر فیه بیان ان صدقة الفطر فرض واجب کافتراض الزکاة المالیة وفیه بیان ان ما فرض رسول الله صلی الله علیه وسلم فهو کما فرض الله لان طاعته صادرة عن طاعة الله وقد قال بفرضیة زکاة الفطر ووجوبها عامة اهل العلم وقد عللت بانها طهرة للصائم من الرفث واللغو فهی واجبة علی کل صائم غنی ذی جدة او فقیر یجدها فضلا عن قوته اذ کان وجوبها لعلة التطهیر وکل الصائمین محتاج الیها فاذا اشترکوا فی العلة اشترکوا فی الوجوب انتهی وقال الحافظ ابوبکر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم علی ان صدقة الفطر فرض وممن حفظنا ذلک عنه من اهل العلم محمد بن سیرین وابو العالیة والضحاک وعطاء ومالک وسفیان الثوری والشافعی وابو ثور واحمد واسحق واصحاب الرأی وقال اسحق هو کالاجماع من اهل العلم انتهی ۱۲ منه

کہ آپنے صرف ایک علت کو دیکھ لیا حالانکہ حدیث میں دو علتیں مذکور ہیں دوسری علت
یہ ہے کہ صدقۂ فطر مساکین کی امداد کے لئے فرض کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جس جماعت
کی امداد کے لئے کوئی کام فرض ہوتا ہے وہ دوسری جماعتوں پر فرض ہوتا ہے خود اس
جماعت پر فرض نہیں ہوتا لہذا لفظ امداد مساکین خود اسپر دال ہے کہ صدقۂ فطر اغنیا
پر فرض ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے مساکین کی امداد کریں خوب سمجھ لو پس فقرا اور
مساکین پر اس کا ادا کرنا فرض نہیں گو اُن کے پاس صدقۂ فطر کی مقدار قوت سے فاضل
بھی ہو کیونکہ جس کے پاس دو تین سیر غلہ یا اسکی قیمت فاضل ہو اُسکو اغنیا میں شمار
نہیں کیا جاتا اُسکو سب مسکین و فقیر ہی کہتے ہیں ہاں اگر ایسے لوگ ثواب حاصل کرنے
اور روزہ کو پاک صاف کرنے کے لئے صدقہ فطر ادا کرنے کی ہمت کریں تو جائز ہونے
میں کلام نہیں بلکہ بڑی فضیلت کی بات ہے اور اس لئے حضور نے اس پہلی علت
کو بیان کرکے سب مسلمانوں کو صدقہ فطر ادا کرنے کی رغبت دلائی ہے کہ اغنیا فقروں
کو دیں اور فقیر اُن کو دیں جو اُن سے بھی زیادہ محتاج ہیں مگر فقرا کے ذمہ ایسا کرنا
واجب نہیں اگر وہ کریں تو ثواب بہت ہوگا ۱۲- مترجم

(۳) عبد اللہ بن ثعلبہ یا ثعلبہ بن عبد اللہ بن ابی صعیر[عہ] اپنے باپ سے روایت
کرتے ہیں کہ ایک صاع گیہوں ہر شخص کے ذمہ ہے بچہ ہو یا بڑا آزاد ہو- یا غلام مرد ہو
یا عورت غنی ہو یا فقیر- غنی کو تو اللہ تعالیٰ (صدقۂ فطر کی وجہ سے) پاک کر دیتے
ہیں (اُسکی جان کو بھی اور مال کو بھی) اور فقیر کو اللہ تعالیٰ اُس سے زیادہ واپس
کر دیتے ہیں جو اس نے (صدقہ میں) دیا ہے- اسکو احمد و ابوداؤد نے روایت
کیا ہے- ف اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے کسی روایت میں یہ ہے کہ
ایک صاع گیہوں ہر شخص کے ذمہ ہے اور دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ ایک صاع
گیہوں دو آدمیوں کے ذمہ ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ زیادہ روایتیں اسی کے
موافق ہیں کہ گیہوں کا نصف صاع ایک شخص کی طرف سے کافی ہے ف اس

عہ قال المنذری صعیر ہو بالعین المہملۃ مصغرا ۱۲- منہ

روایت میں غنی وفقیر کا لفظ صرف ایک راوی نے بڑھایا ہے اکثر راویوں نے یہ لفظ نہیں کہا اور اگر یہ صحیح بھی ہو تو فقیر سے مراد وہ ہے جو اغنیاء اور مالداروں کے مقابلہ میں فقیر معلوم ہوتا ہو وہ مراد نہیں جس کے پاس قدر نصاب بھی حوائج اصلیہ سے فاضل نہ ہو۔

ف بچہ اور غلام کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا اس کے باپ اور آقا کے ذمہ لازم ہے اور عورت کے ذمہ خود لازم ہے شوہر کے ذمہ بیوی کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا اور قربانی کرنا واجب نہیں۔

(**۳**) جریر (ابن عبداللہ) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان کا روزہ آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتا ہے اور بدون صدقۂ فطر کے اوپر نہیں اوٹھایا جاتا اسکو ابوحفص بن شاہین نے فضائل رمضان میں بیان کیا ہے اور کہا یہ حدیث غریب ہے جسکی سند عمدہ ہے۔

(**۴**) کثیر بن عبداللہ مزنی اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی (جس نے پاکی حاصل کی اور خدا کا نام لیا پھر نماز پڑھی وہ کامیاب ہوگیا۔) حضور نے فرمایا کہ یہ آیت صدقۂ فطر کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ کثیر بن عبداللہ راوی ضعیف ہے **ف** میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اسکی ایک حدیث کی تحسین کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ احمد بن حنبل کثیر بن عبداللہ کو ضعیف کہتے تھے اور یحییٰ بن سعید انصاری اس سے روایت کرتے تھے (تہذیب) اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسکی حدیث کو ذکر کیا ہے جس سے اُن کے نزدیک اس کا حسن الحدیث ہونا معلوم ہوتا ہے۔ پس حدیث زیادہ ضعیف نہیں **ف** حاصل حدیث کا یہ ہوا کہ تزکی سے مراد صدقۂ فطر ادا کرنا ہے کیونکہ اس سے بھی تزکیہ اور طہارت حاصل ہوتی ہے اور اللہ کا نام لینے سے مراد تکبیر تحریمہ اور وہ تکبیرات زوائد ہیں جو نماز عید میں پڑھائی جاتی ہیں اور نماز سے مراد نماز عید ہے۔

کتاب العیدین والاضحیۃ

عیدین کی راتوں میں جاگنے کی ترغیب

(۱) ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دونوں عیدوں کی راتوں میں ثواب کا طالب ہو کر (عبادت کیلئے) جاگے اُس کا دل اُس دن نہ مرے گا جسدن سب دل مرجائیں گے (یعنی صور پھونکے جانے کے وقت اسکی روح بیہوش نہ ہوگی نیز فتنہ وفساد کے زمانہ میں جب تمام عالم کے قلوب پژمردہ اور مردہ ہوں گے اس کا دل زندہ اور شگفتہ ہوگا۔ واللہ اعلم ۱۲) اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں مگر بقیۃ بن الولید مدلس ہیں اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

۱۱۶ (۲) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لیے) جاگے اُس کے واسطے جنت واجب ہوجائے گی۔ لیلۃ الترویہ (۸ ذی الحجہ کی رات*) لیلۃ عرفہ (۹ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ النحر (۱۰ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ الفطر (عید الفطر کی رات) اور شعبان کی ۱۵ کی رات اسکو اصبہانی نے روایت کیا ہے۔

(۳) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عید الفطر کی رات اور عید الضحیٰ کی رات میں (عبادت کے لئے) جاگے اُس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن سب دل مرجائیں گے اسکو طبرانی نے اوسط وکبیر میں روایت کیا ہے۔ **ف** افسوس آجکل مسلمانوں نے اس پر عمل کرنا بالکل ہی چھوڑ دیا اور اُنپر کچھ ایسی افسردگی چھائی ہے کہ اُن کے بچوں کو بھی تو اب عید یا بقر عید کے آنے کی وہ خوشی نہیں ہوتی جو پہلے کبھی ہوتی تھی اسکی وجہ افلاس ونا اتفاقی کے ساتھ ایک یہ بھی ہے کہ وہ شعائر اسلام کا اہتمام نہیں کرتے پہلے زمانہ میں مسلمانوں کو شعائر اسلام کا

* شریعت میں ہر تاریخ کی رات اس کے دن سے پہلے آتی ہے بعد میں نہیں آتی ۱۲

بہت اہتمام تہا وہ عیدین کی راتوں میں بہت کم سوتے تہے زیادہ حصہ بیداری میں گذارتے اور اللہ کی عبادت کرتے تہے اس کا یہ اثر تہا کہ اُن کے قلوب مردہ نہ تہے بلکہ زندہ اور شگفتہ تہے جس کا اثر بچوں کے اوپر اسقدر تہا کہ بچے بہی عیدین کی راتوں میں رات بہر جاگتے رہتے اور خوشیاں مناتے تہے کہ کل کو عید ہے ہم یہ پہنیں گے اور وہ کہائیں گے مسلمانو! اگر اپنے دلوں کو زندہ اور شگفتہ رکہنا چاہتے ہو تو اُن کاموں کو اختیار کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمکو تبلا رہے ہیں ۱۲- مترجم

عیدین میں تکبیر کی ترغیب

اور اسکی فضیلت کا بیان

۱۱۷ (۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عیدوں کو تکبیر سے زینت دیا کرو۔ اسکو طبرانی نے صغیر و اوسط میں روایت کیا ہے اور اسمیں نکارت ہے **ف** مگر علامہ سیوطی نے اسکو حدیث حسن کہا ہے (عزیزی) **ف** حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عیدین میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد بکثرت کہا کرو اسی لئے علماء نے فرمایا ہے کہ جب عید کی نماز کے لئے گہر سے نکلے تو راستہ میں تکبیر کہتا ہوا جائے۔ اسمیں اختلاف ہے کہ دونوں عیدوں میں جہر کے ساتہ تکبیر کہے یا عید الفطر میں آہستہ کہے ۱۲ مترجم۔

(۲) سعد بن اوس انصاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عید الفطر کا دن آتا ہے فرشتے تمام راستوں کے دروازوں پر (یا کنارہ پر) کہڑے ہوجاتے اور منادی کرتے ہیں کہ اے مسلمانو اپنے کریم پروردگار کی درگاہ کی طرف چلو جو اپنے احسان سے (بندوں کو) نیک کام کی توفیق دیتا ہے پہر اسپر اجر عظیم عطا فرماتا ہے تمکو رمضان کی راتوں میں قیام کا حکم دیا گیا

تو تمنے (راتوں میں) قیام کیا (مراد تراویح کی نماز ہے) اور تمکو دن میں روزہ کا حکم دیا گیا تو تمنے روزہ رکہا اور اپنے پروردگار کی اطاعت کی پس (چلو اب) اپنا انعام لیلو۔ پہر جب مسلمان عید کی نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ایک فرشتہ منادی کرتا ہے سن لو! کہ تمہارے پروردگار نے تمہاری مغفرت کر دی۔ پس تم کامیاب ہو کر اپنے گہروں کو واپس جاؤ۔ یہ انعام کا دن ہے آسمان میں اُس دن کا نام یوم الجائزہ ہی ہے (یعنی انعام واکرام کا دن) اسکو طبرانی نے کبیر میں جابر جعفی کے واسطہ سے روایت کیا ہے اور روزہ کے بیان میں اور احادیث بہی گذر چکی ہیں جو اس حدیث کے لئے شاہد ہیں÷

قربانی کی ترغیب

۱۱۸ اور جو شخص باوجود قدرت کے قربانی نکرے یا قربانی کی کہال بیچے اُس کے لئے وعید

(۱) حضرت عائشہ (ام المومنین) رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی یوم النحر (یعنی ۱۰ ذی الحجہ) میں کوئی کام ایسا نہیں کر سکتا جو اللہ تعالیٰ کو خون بہانے سے زیادہ محبوب ہو اور قربانی کا جانور قیامت کے روز اپنے سینگوں اور بالوں اور سموں سمیت (صحیح سالم) آئے گا۔ اور (قربانی کے جانور کا) خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں درجۂ (قبول) کو پہونچ جاتا ہے پس دل کہولکر قربانی کیا کرو اسکو ابن ماجہ و ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور حاکم نے اسکو روایت کر کے صحیح الاسناد کہا ہے۔

لہ اور دوسری روایت میں آتا ہے کہ اس شخص کے نامہ اعمال میں رکہا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ پلصراط پر سواری کا کام دے گا ۱۲۔ مترجم۔

قال الحافظ رواہ من طریق ابی المثنیٰ واسمہ سلیمان بن یزید عن ھشام ابن عروۃ عن ابیہ عنہا وسلیمان واہ وقد وثق اھ (قلت فالحدیث حسن)
ترمذی نے یہی کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ قربانی کرنے والیکو قربانی کے ہربال کے عوض ایک نیکی ملتی ہے اور ترمذی نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اسکو ابن ماجہ اور حاکم وغیرہما نے بواسطہ عائذ اللہ کے ابوداؤد سے زید ابن ارقم سے روایت کیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ یہ قربانی کیا چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم کو اس میں کیا (ثواب) ملے گا حضور نے فرمایا کہ ہربال کے عوض ایک نیکی۔ عرض کیا گیا کہ اون کا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ اون کے ہربال کے عوض بھی ایک نیکی (ملے گی) حاکم نے اسکو صحیح الاسناد کہا ہے حافظ منذری فرماتے ہیں بلکہ اسکی سند ضعیف ہے کیونکہ عائذ اللہ مجاشعی اور ابوداؤد نفیع بن الحارث الاعمیٰ دونوں (روایت میں) گرے ہوئے ہیں

119

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کے دن فرمایا کہ آدمی کے لئے اس دن میں خون بہانے سے افضل کوئی عمل نہیں ہاں صلہ رحمی افضل ہو تو ہو اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند میں یحییٰ بن الحسن الخشنی ہے جس کا حال مجھے معلوم نہیں۔

(۳) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ اپنی قربانی کے (جانور کے) پاس کھڑی ہوجاؤ اور اوسکو (ذبح ہوتا ہوا) دیکھو کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ جو نکلے گا اسکے ساتھ ہی تمہارے تمام گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ حضرت فاطمہ رضؓ[ف] عرض کیا یارسول اللہ یہ ثواب ہمارے ہی واسطے خاص ہے یا ہمارے اور سب مسلمانوں کے واسطے ہے

ف سبحان اللہ اپنے باپ کی بیٹی تہیں کہ رحمت کو کس کسی وقت بھی نہ بھولتی تہیں رضی اللہ عنہا وصلی اللہ علی ابیہا وسلم وجزی اللہ عنا نبینا واہل بیتہ بما ہم اھلہ ۱۲۔ مترجم۔

حضور نے فرمایا بلکہ ہمارے اور سب مسلمانوں کے واسطے ہے اسکو بزار نے اور ابوالشیخ نے کتاب الضحایا میں اور ان کے سوا دوسروں نے بھی روایت کیا ہے اور اسکی سند میں عطیہ ابن قیس ہے جسکو بعض نے ثقہ کہا ہے اور بعض نے اس میں کلام کیا ہے۔ **ف** یہ حدیث حسن ہے ۱۲ مترجم

اور ابوالقاسم اصبہانی نے اسکو حضرت علیؓ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ اٹھو اپنی قربانی (کے جانور) کو دیکھو کیونکہ اس کے پہلے ہی قطرہ کے ساتھ تمہارے سب گناہ معاف ہو جائیں گے اور (قیامت میں) اسکو خون اور گوشت سمیت لایا جائیگا۔ پھر ستر حصہ زیادہ کر کے تمہارے میزان (عمل) میں رکھا جائیگا ابوسعید خدری نے (یہ سنکر) عرض کیا یا رسول اللہ یہ ثواب آل محمدؐ کے لئے خاص ہے ؟ کہ وہ جس خوبی کے ساتھ بھی مخصوص کر دیئے جائیں اس کے لائق ہیں یا آل محمد اور سب مسلمانوں کے لئے عام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ثواب خصوصیت کے ساتھ آل محمدؐ کے لئے بھی ہے اور عام طور پر سب مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض مشائخ نے حضرت علیؓ کی اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ واللہ اعلم

۱۲۰

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! قربانی کرو۔ اور اس کے خون (بہانے) کو ثواب سمجھو کیونکہ خون اگرچہ (بظاہر) زمین پر گرتا ہے مگر (درحقیقت) وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں گرتا ہے (یعنی وہ اسکو نظر عنایت سے دیکھتے اور قبول فرماتے ہیں ۱۲۔ مترجم

اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

(۵) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دل کھولکر قربانی کرے اور ثواب سمجھکر کرے اس کے لئے یہ قربانی دوزخ سے آڑ بن جائیگی اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے

(۶) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا چاندی کا خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کو کسی چیز میں قربانی میں خرچ کرنے سے زیادہ محبوب نہیں جو عید کے دن ذبح کی جائے اسکو طبرانی نے کبیر میں اور اصبہانی نے روایت کیا ہے۔
ف افسوس ہم لوگ اپنی نفسانی خواہشوں میں تو بہت کچھ روپیہ خرچ کرتے ہیں قربانی میں خرچ نہیں کرتے بہت لوگ تو قربانی کرتے ہی نہیں اور جو کرتے بھی ہیں وہ دُبلا کمزور سستا جانور خریدتے ہیں مسلمانو! قربانی دل کھولکر کیا کرو۔

(۸) ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین قربانی دنبہ کی ہے اور بہترین کفن چادرہائے یمنی کا ایک جوڑہ ہے اسکو ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ مگر ابن ماجہ کی روایت میں بڑے سینگوں والا دنبہ آیا ہے۔ سب نے اسکو عفیر بن معدان کے واسطہ سے سلیم بن عامر سے ابو امامہ سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے (حافظ) منذری نے فرماتے ہیں کہ عفیر بن معدان ضعیف ہے **ف** علامہ سیوطی نے فرمایا ہے کہ ابوداؤد و ابن ماجہ و حاکم نے عبادہ بن صامت سے بھی اسکو روایت کیا ہے اور عزیزی نے اِس حدیث کو صحیح بتلایا ہے۔ **ف** بعض لوگوں نے اِس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ دنبہ کی قربانی گائے۔ اونٹ کی قربانی سے بھی افضل ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بھیڑ۔ بکری۔ کی جنس میں دنبہ افضل ہے جیسا کہ احقر نے بعض رسائل میں طرق حدیث جمع کرکے اسکو ثابت کیا ہے۔ پس گائے سے دنبہ کو افضل کہنا صحیح نہیں دوسرے اِس سے گاؤکشی کے روکنے پر استدلال تو کسی طرح بھی صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں بھی تو یہ ہے کہ دنبہ افضل ہے یہ تو نہیں کہ گائے کی قربانی نکرو اور جب گائے کی قربانی جائز ہے تو ایک مباح سے مسلمانوں کو روکنے کا کس کو حق ہے؟ خصوصاً جبکہ ہندوستان میں دنبہ دستیاب ہی نہیں ہوتا یہاں اگر گائے کی قربانی نکی جائے گی تو بکرا بکری ہی کی جائے گی اور بکری کا گائے سے افضل ہونا کسی دلیل سے بھی ثابت نہیں خوب سمجھ لو۔

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نکرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

۱۲۱

اسکو حاکم نے اِسی طرح مرفوعاً روایت کیا اور صحیح کہاہے اور موقوفاً بھی روایت کیا اور غالباً وہی ٹھیک ہے ÷

(۱۰) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی قربانی (کے جانور) کی کھال بیچ لی اُسکی قربانی نہیں ہوئی۔ اسکو حاکم نے روایت کیا اور صحیح الاسناد کہاہے حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اسکی سند میں عبد اللہ بن عیاش قتبانی مصری مختلف فیہ ہے اور اس کے سوا اور حدیثوں میں بھی قربانی کی کھال فروخت کرنیسے ممانعت آئی ہے **ف**۔ پس حدیث حسن ہو **ف** قربانی کی کھال کا بیچنا مکروہ اور اسپر وعید اُسوقت ہے جبکہ قیمت کو اپنے تصرف میں لانے کی نیت سے بیچے اور اگر قیمت کو صدقہ کرنے کی نیت سے کھال بیچے تو جائز ہے۔ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے واللہ اعلم ۱۲ مترجم

جانوروں کے کان ناک وغیرہ کاٹنے اور بیفائدہ مارنے پر دھمکی اور خوش اسلوبی کے ساتھ قتل و ذبح کی ترغیب

۱۲۲

(۱) شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان اور سلوک کرنا فرض کیا ہے۔ پس جب تم قتل کیا کرو تو خوش اسلوبی سے قتل کیا کرو اور جب ذبح کیا کرو تو خوش اسلوبی سے ذبح کیا کرو۔ تمکو چاہئے کہ چھری کو (پہلے) تیز کر لیا کرو اور ذبیحہ کو (جلدی سے) راحت دیدیا کرو۔ اسکو مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے ÷

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک شخص پر ہوا جو بکری کے شانہ پر پیر رکھے ہوئے چھری کو تیز کر رہا تھا اور بکری چھری کی طرف دیکھ رہی تھی حضور نے فرمایا کہ چھری کو پہلے ہی کیوں نہ تیز کر لیا ؟ کیا تو اِس (غریب) کو کئی موتوں کا مزہ چکھانا چاہتا ہے ؟ اسکو طبرانی نے کبیر و اوسط میں روایت کیا ہے اور اِس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور حاکم نے اسکو ان الفاظ سے

ف یعنی ناقص ہوئی گو واجب ادا ہو گیا ۱۲ مترجم

روایت کیا ہے کیا تو اسکو چند بار مارنا چاہتا ہے؟ چھری کو اسکے لٹانے سے پہلے کیوں نہ تیز کر لیا؟ حاکم نے اسکو بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۳) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری کے تیز کرنے اور اسکو جانوروں سے چھپا کر رکھنے کا حکم فرمایا (کہ چھری کو اس کے سامنے ذبح سے پہلے رکھو بھی نہیں اور تیز بھی نہ کرو ۱۲) اور آپ نے فرمایا ہے کہ جب تم ذبح کرو تو جلدی کام تمام کر ڈالا کرو۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(۴) عبداللہ بن عمر رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چڑیا کو یا اس سے چھوٹے (یا بڑے) جانور کو بے طریقہ مارے گا اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس فرمائیں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اور طریقہ سے مارنے کی کیا صورت ہے فرمایا طریقہ یہ ہے کہ اسکو ذبح کرے پھر کہائے اور اس کا سر کاٹ کر نہ پھینکے (بلکہ سر کو بھی درست کر کے پکائے اور کہائے ۱۲) اسکو نسائی اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے۔

(۵) شرید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص چڑیا کو بیفائدہ مارے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گی اور کہے گی اے پروردگار فلاں شخص نے مجکو بیفائدہ مارا کسی نفع کے واسطے نہیں مارا اسکو نسائی وابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔ **ف** بعضے شکاری نشانہ درست کرنے کے لئے چڑیا وغیرہ کو مارا کرتے ہیں پھر نہ اونکو ذبح کرتے ہیں نہ کہاتے ہیں وہ اس وعید کو سن لیں اور مظلوم کی فریاد سے ڈریں ÷

(۶) ابن سیرینؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ بکری کو ذبح کرنے کے لئے ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ رہا ہے آپ نے فرمایا ارے تیرا ناس ہو اسکو موت کی طرف خوبی کے ساتھ لیجا (بیدردی کے ساتھ نہ لیجا) اسکو عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں موقوفاً روایت کیا ہے اور محمد بن راشد کے واسطہ سے وضین بن عطا سے

۱۲۳

سه قال المنذری الشفار جمع شفرة وهی السکین وقوله فلیجهز هو بضم الیاء وسکون الجیم وکسر الهاء وآخره زای ای فلیسرع ذبحها ویتمه ۱۲ منه

مرفوعاً بھی روایت کیا ہے کہ ایک قصائی نے بکری کو ذبح کرنے کیلئے دروازہ کھولا وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نکل گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچ گئی قصائی بھی پیچھے پیچھے آیا اور اسکی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری سے فرمایا کہ خدا کے حکم پر صبر کر (اور اسکے حکم کے سامنے گردن تسلیم خم کر دی) اور قصائی سے فرمایا کہ تو اسکو نرمی کے ساتھ ہانک کر لیجا۔ مگر یہ سند معضل ہے اور وضین میں کلام ہے۔

(۷) ابو صالح حنفی ایک صحابی سے جنکو عبداللہ بن عمر نے دیکھا ہے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی جاندار کے کان ناک وغیرہ کاٹیگا اور اس سے توبہ نہ کریگا تو اللہ تعالی قیامت کے دن اسکے کان وغیرہ کاٹ دیں گے اسکو امام احمد نے روایت کیا اور اسکے سب راوی ثقہ اور مشہور ہیں۔

(۸) مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کیا یہ بات صحیح ہے کہ تمہاری اونٹنیاں تو صحیح سالم بچے جنتی ہیں پھر تم استرہ لیکر ان کے کان کاٹ دیتے اور کھال چیر دیتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ آزاد ہیں۔ پھر اسکو اپنے اور اپنے گھر والوں پر حرام کر دیتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ (میں ایسا کرتا ہوں) حضور نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو جو کچھ دیا ہے وہ حلال ہے (حلال کو حرام کرنیکا تم کو کیا حق ہے اور) خدا کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے زیادہ مضبوط ہے اور اس کا استرہ تمہارے استرہ سے زیادہ تیز ہے (پس زندہ جانور کے کان ناک وغیرہ نہ کاٹا کرو ورنہ خدا بھی تمہارے ساتھ یہی معاملہ کرے گا ۱۲) اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور انشاء اللہ باب شفقت و رحمت میں یہ حدیث مکرر آئے گی۔

ف الحمد للہ آج بروز دوشنبہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ بعد ظہر کتاب انوار الصوم اختتام کو پہونچی اللہ تعالی اسکو قبول فرمائیں اور مجھے اور سب مسلمانوں کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق کامل عطا فرمائیں آمین۔ الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالی وسلم علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

کتبہ بقلمہ عبدہ

ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔ ووفقہ للتزود لغد یرحم اللہ عبدا قال آمینا

۱۲۴

۱؎ قال المنذری الصرم بضم الصاد المہملۃ وسکون الراء جمع الصریم۔ وھو الذی صرم منہ ای قطع اھ قلت وقد ترجمتہ بالحاصل ۱۲۔ مترجم

افسوس ہے کہ آجکل دین کی سمجھ بالکل نہیں رہی بے وقوفی سے بعض وقت وہ حالت ہوتی
ہے جیسے ایک سرحدی کی نسبت سنا ہے کہ وہ ہندوستان میں آیا ہوا تھا اتفاق کی بات
کہ چوروں نے کسی موقع پر اوسکو زخمی کر دیا ایک شخص نے اوس پر رحم کھا کر اس کا علاج کرایا۔
چند روز میں اوسکو آرام ہو گیا جب اپنے وطن جانے لگا تو اوس شخص سے کہا کہ اگر
تم کبھی ہمارے دیس میں آؤ گے تو ہم تمہارے احسان کا بدلہ کریں گے چنانچہ ایک مرتبہ کسی
وجہ سے وہ شخص اوس کے وطن گیا اور یاد آیا کہ اپنے دوست سے ملنا چاہیے دریافت
کرتا ہوا اسکے گھر پہونچا ملاقات ہوئی نہایت عزت سے پیش آیا اور اپنے گھر پر لے گیا۔
اور اس سے کہا کہ تم بیٹھو میں ابھی آتا ہوں اس کے جانے کے بعد گھر والوں نے اس
شخص سے پوچھا کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو اس نے سارا قصہ ان سے بیان کیا انہوں نے
کہا کہ خدا کے لئے تم فوراً یہاں سے بھاگو ورنہ وہ تمکو ہلاک کر دیگا کیونکہ وہ کہا کرتا تھا کہ
اگر کبھی ہمارا دوست ہمارے وطن آئے تو ہم اوس کے احسان کا بدلہ اس طرح دیں گے
کہ اول اسکو اسی قدر زخمی کریں گے جتنے ہم ہوئے تھے پھر اوس کا علاج کر کے اوس کو
تندرست کریں گے اسلئے وہ ابھی اپنا چھرا لیکر آئے گا۔ اور تمکو زخمی کرے گا۔ یہ غریب
وہاں سے بھاگا اور اس طرح اسکی جان بچی تو بہت لوگوں کی عبادت ایسی ہی ہوتی ہے
جیسے اس نے احسان کا بدلہ سوچا تھا لیکن لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا دیکھئے بعض لوگوں کو
مراقبہ کا ایسا شوق ہوتا ہے کہ اگر مراقبہ کی حالت میں کوئی شخص ان کے پاس آکر نماز کا کوئی مسئلہ
پوچھے اور نماز کا وقت نکلا جاتا ہو اور کوئی دوسرا آدمی مسئلہ تبلانے والا بھی نہ ہو تو یہ ہرگز
مراقبہ سے سر نہ اٹھائیں گے۔ حالانکہ ایسے وقت میں فرض ہے کہ مراقبہ چھوڑ کر مسئلہ تبلا دیں
میں نے خود ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ ہر وقت تسبیح ہاتھ میں ہے لیکن بیوی کی خبر ہے
نہ بچوں کی یوں سمجھتے ہیں کہ ہمیں خدا کے سوا کسی سے کچھ واسطہ نہیں اور سبب اس غلطی کا
یہ ہے کہ لوگ حالت اور کیفیت کو مقصود سمجھتے ہیں اور جوش و خروش مستی و بیہوشی اور اچھل کود
کو بڑا کمال جانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم خدا کے مقبول نہ ہوتے تو ہم پر یہ کیفیتیں

۱۷

؎ مراقبہ خدا تعالیٰ کی طرف دھیان لگا کر بیٹھنا ۱۲۔

کیونکر طاری ہوتیں اور اسکی خبر نہیں کہ یہ کیفیتیں کافروں پر بھی ہوتی ہیں یہ بات ایک واقعہ سے سمجھ میں آئے گی۔

ایک سجادہ صاحب نے عرس میں صاحب کلکٹر اور صاحب جج کو شرکت کرنے کے لئے بلایا وہ بڑے خوش اخلاق تھے شریک ہوگئے آخر تُن تُن شروع ہوئی اور قوالوں نے گانا شروع کیا کچھ ایسا سماں بندھا کہ صاحب جج کو غشی آنے لگی اور وہ بے اختیار ہو کر گرنے لگے۔ تھوڑی دیر تک تو اپنے کو سنبھالا جب نہ سنبھل سکے تو صاحب کلکٹر سے کہا کہ مجکو کیا ہو گیا کہ میں گرا جاتا ہوں صاحب کلکٹر نے کہا کہ میری بھی یہی حالت ہے آخر دونوں وہاں سے اٹھ گئے اور چلدئے تو صاحبو! کیا یہ صاحب کلکٹر اور صاحب جج بھی بزرگ تھے، پس معلوم ہوا کہ یہ کیفیت اور حالت بزرگی اور مقبول ہونے کا نشان نہیں وہ ایک اثر ہے جو کہ اکثر محنت اور مجاہدہ اور اللہ اللہ کرنے سے پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی کسی اور سبب سے بھی پیدا ہونے لگتا ہے۔

کیفیت کی حقیقت

۱۸

اسی طرح بعض شغل اور مجاہدے ایسے ہیں کہ ان سے عبادت میں یکسوئی زیادہ ہو جاتی ہے اور وسوسے کم ہونے لگتے ہیں کیونکہ شغل اور مجاہدہ سے دماغ کی رطوبت کم ہو جاتی ہے تو یہ حالت رطوبت کم ہو جانے سے پیدا ہو جاتی ہے نہ کہ بزرگی کی وجہ سے۔ ایک بزرگ کو دیکھا گیا کہ وہ اپنے بڑھاپے میں روتے تھے سبب پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ جوانی میں نماز کے اندر لذت زیادہ ہوتی تھی میں سمجھتا تھا کہ اللہ کے ساتھ تعلق اور محبت کا یہ اثر ہے لیکن اب وہ حالت نہیں رہی معلوم ہوا کہ وہ سب جوانی کا جوش تھا اب چونکہ وہ نہیں رہا اس لئے وہ کیفیت بھی نہیں رہی لیکن محبت کی گرمی بڑھاپے میں جاکر اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

ایک بزرگ کی حکایت

غرض کیفیتیں خود نہ اچھی چیز ہیں نہ بری چیز ہیں بلکہ اگر ذریعہ مقصود کا بن جائیں تو پھر یہ اچھی ہیں ورنہ بالکل بیکار تو چونکہ یہ کیفیتیں بیوی بچوں کو چھوڑ کر یا اور گناہ کر کے بھی باقی رہتی ہیں۔ اس لئے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم مقبول اور خدا کے خاص بندے ہیں لیکن یاد رکھو کہ وہ مردود ہیں۔ اور یہ عقیدہ یہودیوں کا تھا کہ گناہ کر کے بھی دعوے مقبول ہونیکا کرتے تھے چنانچہ وہ کہا کرتے تھے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ

کیفیتیں نہ خود اچھی ہیں نہ بری

گناہ کر کے بھی لذت و کیفیت باقی رہتی ہے

یعنی ہم مثل بیٹے کے ہیں کہ جس طرح باپ اپنے بیٹے کو ہر حال میں چاہتا ہے۔ اسی طرح خداتعالیٰ ہم کو ہر حال میں چاہتے ہیں خداتعالیٰ ان کے اس خیال کو رد کرتے ہیں قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ۔ یعنی اگر تم مثل بیٹے کے ہو تو پھر تمہارے اوپر عذاب کیوں نازل ہوتا ہے۔ غرض یہ عقیدہ یہود کا تھا مگر اب اس امت میں بھی بعض لوگ اس خیال کے موجود ہیں تو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ قیامت میں ایسے لوگوں کی گردن ناپی جائے گی۔ اس شغل اور مجاہدہ کی وہاں کچھ بھی قدر نہ ہوگی کیونکہ مقصود عبادات ہیں محنت اور مجاہدہ مقصود نہیں لیکن چونکہ ہم لوگوں سے عبادت اچھے طور پر نہیں ہوتی اسلئے یہ محنت مجاہدے کئے جاتے ہیں تاکہ ہماری نمازوں اور دوسری عبادتوں میں صحابہ کی عبادت کی شان پیدا ہو جائے۔ پس یہ خود مقصود نہیں بلکہ عبادت کے درست کرنے کے لئے ہیں اصل مقصود عبادت ہیں۔

حضرت جنیدؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حضرت وہ فقیری کے رموز جو زندگی میں بیان کیا کرتے تھے یہاں بھی کچھ کام آئے۔ فرمایا کہ وہ سب گئے گذرے ہوئے۔ ہاں کچھ نماز اخیر رات میں پڑھ لیتا تھا وہ ضرور کام آئی۔ لوگ خدا جانے ان کیفیتوں کو کیا کچھ سمجھے ہوئے ہیں حالانکہ اون کی یہ حقیقت ہے یہاں تک عام لوگوں کے جانچنے کے طریقوں کا بیان تھا اب مناسب ہے کہ جانچنے کا صحیح طریقہ بیان کر دیا جاوے تو سنئے خداتعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا تم حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد بنوانے کو اس شخص کے کام کے برابر کرتے ہو جو خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اوسنے دین کو نفع پہونچایا ہو یہ دونوں جماعتیں ہرگز برابر نہیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے کئی قصے حدیثوں میں آئے ہیں خلاصہ اون سب کا یہ ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں بعض لوگوں میں بحث ہوگئی تھی کہ ایک جماعت اپنے کاموں کیوجہ سے اپنے کو افضل سمجھتی تھی دوسری جماعت اپنے کو خداتعالیٰ اس آیت میں افضل ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ کونسی جماعت افضل ہے تو فرماتے ہیں کہ مسجد بنوانا اور حاجیوں کو پانی پلانا ایمان اور جہاد کی برابر نہیں مطلب یہ ہے کہ جو لوگ حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد بنوانے

نماز اور مجاہدوں کی عبادت کے مقصودی

19

افضل ہونے کی صحیح پہچان

ایمان اور جہاد سے افضل کہتے ہیں اون کا دعویٰ غلط ہے وجہ اس دعوی کی وہی تھی جو آجکل عام لوگوں میں ہے یعنی کام کا نفع عام ہونا اور جلدی ہونا اور کام کی صورت عبادت کی سی ہونا۔ حاجیوں کے پانی پلانے میں تو نفع فوراً تھا اور عام تھا اور مسجد بنوانے کی صورت عبادت کی سی تھی اسوجہ سے وہ ان دونوں کو افضل سمجھتے تھے تو خدا تعالی نے اسکو رد کردیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ پہچان افضل ہونے کی صحیح نہیں پھر اس دعوی کو غلط کر کے خدا تعالی فرماتے ہیں کہ فضیلت ایمان اور جہاد میں ہے اب اس میں یہ بات غور کرنے کی ہے کہ ایمان اور جہاد میں وجہ افضل ہونے کی کیا ہے تو آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسوٹی افضل ہونے کی ایمان ہی جس کام کو ایمان سے زیادہ تعلق ہوگا وہ زیادہ افضل ہوگا اسی وجہ سے ایمان کے ساتھ جہاد کو بھی ذکر کردیا کیونکہ وہ اسلام کے پھیلانے کا سبب ہے اور اس کا ذریعہ ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ایمان ایسی چیز ہے کہ بغیر اوس کے دوسرے کام مقبول نہیں ہوتے ایمان کے سوا اور کوئی کام ایسا نہیں جس کے بغیر دوسرے کام مقبول نہوتے ہوں پس معلوم ہوا کہ دار و مدار افضل ہونے کا ایمان ہے اور یہیں سے ان لوگونکی غلطی بھی معلوم ہوگئی جو کہ دوسرے مذہب والوں کو ایمان والوں پر فضیلت دیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے تو فلاں قوم اچھی ہے ہاں اگر ایسا کہنے سے مسلمانوں کو غیرت دلانا مقصود ہو تو مضائقہ نہیں بعض لوگ بے دھڑک ہو کر کہتے ہیں کہ فلاں شخص مسلمان ہو کر بھی فلاں عیب کو نہیں چھوڑتا اس سے تو مسلمان ہی نہوتا تو بہتر تھا یہ بڑی جہالت اور غلطی کی بات ہے ایک شخص مجھ سے کہنے لگے کہ رنڈیوں کو مسلمان نہ کرنا چاہئے اسلام کو ایسے مسلمانوں سے عیب لگتا ہے میں نے کہا کہ اگر اسلام ایسے مسلمانوں کو نکالے تو تم کو اون سے پہلے نکالدیگا تمہارے کام کہاں کے اچھے ہیں بعضے لوگ چمار۔ بھنگی۔ کے مسلمان ہونے کو حقارت سے پسند نہیں کرتے مگر یاد رکھو جب قیامت کا دن ہوگا اوس روز معلوم ہوجائے گا کہ ہم جنکو ذلیل سمجھتے تھے اون کی کیا حالت ہے اور ہماری کیا گت ہے

تمام کاموں میں افضل ایمان ہے اور دوسرے کام ... (margin note, partly illegible)

۲۰

کافروں کو مسلمانوں پر فضیلت دینا بڑی غلطی کی بات ہے (margin note)

بے چراغے چون دہد او روشنے گر چراغت شد چہ افغان میکنی

ایک وقت ایک بزرگ نے ایک نابینا بڑے میاں کے ہاں ایک قرآن دیکھا۔ یہ بزرگ اُن کے ہاں گرمی کے زمانہ میں مہمان ہوئے تھے۔ خیر کچھ عرصہ تک دونوں بزرگ یکجا رہے ایک روز اونکو خیال ہوا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہاں یہ قرآن کیوں ہے اس لئے کہ یہ فقیر تحقیقاً نابینا ہیں اس لئے یہ نہیں پڑھ سکتے۔ وہ یوں تسکین حاصل کر سکتے تھے کہ شاید کوئی اور رہتا ہو اور وہ پڑہتا ہو لیکن جب یہ خیال ہوا کہ یہاں صرف وہی ہیں اور ان کے سوا اور کوئی رہتا بھی نہیں اور قرآن ٹنگا ہوا ہے تو اون کی تشویش اور بھی بڑہی پھر سوچا کہ میں گستاخ یا بے تکلف بھی نہیں کہ پوچھ ہی لوں۔ اب مجھے کیا کرنا چاہئے اسکے بعد سوچا کہ نہیں کچھ نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ خاموش رہنا اور صبر کرنا چاہئے۔ تاکہ صبر کی بدولت مجھے مقصود تک رسائی حاصل ہو۔ آخر کار اونہوں نے صبر کیا۔ چند روز تو اون کو پریشانی رہی مگر آخر کو وہ راز اون پر منکشف ہو گیا۔ کیونکہ صبر فراخی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اوس کی بدولت اون کو فراخی حاصل ہونا ضرور تھا قبل اس کے کہ ہم تفصیل انکشاف بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صبر کے متعلق نصیحت کریں سنو تمکو صبر کرنا چاہیے کیونکہ صبر ایک عظیم الشان دولت ہے اسی کے باعث تمکو اس تکلیف سے نجات اور اس پرانی بیماری سے شفا حاصل ہو گی جس میں تم مبتلا ہو۔ نیز یاد رکھو کہ صبر کو ہر راز کے انکشاف میں بہت بڑا دخل ہے۔ مگر بشرطیکہ کوئی اوس سے بڑی مصلحت مزاحم نہو اور صبر گو فی نفسہٖ ناگوار ہے مگر اس کا نتیجہ نہایت خوشگوار ہے۔ اب ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اسکی تصدیق ہو کہ صبر کو کشف راز میں دخل تام ہے۔ اور وہ کشف راز میں بالخاصیت مؤثر ہے۔ حضرت لقمان خلوص کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ وہ لوہے کے حلقے بنا رہے ہیں۔ اور ان لوہے اور فولاد کے حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے ہیں تو چونکہ اونہوں نے زرہ سازی کا کام کبھی دیکھا نہ تھا اسلئے وہ بہت متعجب ہوئے۔ اور اون کے دلمیں مختلف خیالات

۲۴۹

پیچ وتاب کہانے لگے۔ اونہوں نے خیال کیا کہ یہ کیا ہوگا مجہے پوچہنا چاہیے کہ آپ حلقوں کو
اوپر تلے رکہہ کر کیا بنارہے ہیں پہر اپنے دل میں کہا کہ پوچہنا مناسب نہیں۔ صبر ہی
بہتر ہے۔ کیونکہ صبر بہت جلد مقصود تک پہونچا دیتا ہے۔ جبکہ تم نہ پوچہوگے تو یہ راز
بہت جلد منکشف ہوجائیگا۔ کیونکہ پرندۂ صبر تمام پرندوں سے تیز اُڑنے والا ہے
اور مقصود تک سب سے پہلے پہونچنے والا ہے اور اگر پوچہوگے تو مقصود دیر میں حاصل
ہوگا۔ کیونکہ بے صبری سے آسان کام بہی مشکل ہوجاتا ہے خیر تو جبکہ حضرت لقمان
اوسوقت خاموش رہے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اوسکو مکمل کر لیا۔ پس اونہوں نے
زرہ بنا کر اوسکو حضرت لقمان صابر کے سامنے پہنا اور فرمایا کہ یہ لڑائی اور مقابلہ کے
وقت زخم کو دفع کرنے کے لئے بہتر لباس ہے جبکہ حضرت لقمان کو صبر کا پہل مل گیا
تو اُنہوں نے فرمایا کہ واقعی صبر اچہا رفیق ہے کہ وہ ہر جگہ غم سے پناہ دینے والا اور
اوسکو دفع کرنے والا ہے تمکو صبر کی عظمت اور مہتم بالشان ہونا اِس سے معلوم ہوسکتا
ہے کہ حق سبحانہ نے صبر کو حق کے ساتہ مقارن کیا ہے۔ سورۂ والعصر کو غور سے پڑہو
دیکہو اوس میں ہے وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

(تنبیہ) مولانا کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے حق سے
مراد حق سبحانہ سمجہا ہے۔ اوسوقت معنی یہ ہوں گے کہ تم کو حق سبحانہ کا لحاظ رکہنا چاہیے
کہ کوئی بات اوسکی مرضی کے خلاف نہو۔ اور صبر کا بہی لحاظ رکہنا چاہیے کہ وہ چہوٹنے
نہ پاوے۔ تو جس طرح حق سبحانہ نے اپنے خیال رکہنے کی بابت امر فرمایا یوں ہی صبر
کے لحاظ رکہنے کی بہی ہدایت کی ہے۔ اِس سے اوس کا مہتم بالشان ہونا ظاہر ہے۔ اور
مفسرین نے حق سے ایمان یا مطلق امر شرعی مراد لیا ہے۔ پس اگر ایمان مراد ہو تو
حاصل یہ ہوگا کہ جس طرح ایمان کے لحاظ رکہنے کا امر فرمایا یوں ہی صبر کا خیال رکہنے کی بہی ہدایت
کی اِس سے بہی اوسکی عظمت ظاہر ہے۔ اور اگر مراد مطلق امر شرعی ہو تو مطلب یہ ہوگا
کہ گو اولاً حق سبحانہ مطلق امر شرعی کا خیال رکہنے کی ہدایت فرماچکے تہے اور اوس میں
صبر بہی آگیا تہا مگر اسپر اکتفا نہیں کیا بلکہ استقلالاً اوس کے ساتہہ اوسکو بیان کیا

۲۵۰

اس سے بہی اوسکی عظمت ظاہر ہے واللہ اعلم) خلاصہ کلام یہ کہ حق سبحانہ نے سیکڑوں اعلی اعلی درجہ کی چیزیں اور قلب ماہیت کردینے والی اشیاء بنائیں۔ لیکن انسان کو تو صبر سے بڑھکر کوئی کیمیا ملی نہیں اس سے تم سمجہ سکتے ہو کہ صبر کتنی بڑی دولت ہے جب یہ مضمون ختم ہوا تو ہم پھر اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کشف راز کی تفصیل بیان کرتے ہیں سنو۔ اوس مہمان نے صبر کیا تو فوراً اوسپر وہ حال مشکل منکشف ہو گیا صورت اسکی یہ ہوئی کہ اوس نے آدہی رات کے وقت قرآن کی آواز سنی اوسکو سنکر وہ اوٹھ بیٹھا۔ اور اوسنے یہ عجیب بات دیکھی کہ وہ نابینا دیکھکر قرآن پڑھ رہا ہے اور بالکل ٹھیک ٹھیک پڑھ رہا ہے یہ دیکھکر وہ بیتاب ہو گیا اور اس نابینا بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا راز ہے جبکہ آپکی آنکھوں میں روشنی نہیں ہے تو آپ دیکھتے کیونکر ہیں۔ اور سطریں کیونکر پڑہتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ جو آپ پڑہتے ہیں اوسی پر آپکی توجہ بہی ہے اور اوسی لفظ پر ہاتھ رکھا ہے آپکی انگلی کی حرکت بتلا رہی ہے کہ آپ بلاشبہ حروف کو دیکھتے ہیں۔ اونہوں نے جواب دیا کہ تم تو عارف اور جہل جسم سے الگ ہو تمکو حق سبحانہ کی اس صنعت میں تعجب کیوں ہے بات یہ ہے کہ میں نے حق سبحانہ سے درخواست کی تہی کہ اے اللہ مجہے قرآن پڑہنے کا نہایت شوق ہے اور وہ مجہے جان کی طرح عزیز ہے میں حافظ تو ہوں نہیں کہ حفظ پڑھ لیا کروں۔ تو مجہے پڑہنے کے وقت روشنی عطا فرما دیا کر کہ مجہے پڑہنے میں دقت نہ ہو اور جبکہ میں تلاوت کرنا چاہوں تو مجہے آنکہیں دیدیا کر تا کہ میں قرآن لیکر اور دیکھکر پڑھ سکوں تو حضرت حق سبحانہ کی طرف سے جواب ملا کہ تم بڑے کام کے آدمی ہو اور ہر مشکل کے حل کے ہمیں سے امیدوار رہتے ہو یہ تمہارا حسن ظن اور ہمارا امیدوار ہونا ہے جسکی بنا پر میں تمکو ہر لحظہ مزید قرب سے مشرف کرتا ہوں۔ اچھا جب تم قرآن پڑہنا چاہو یا یوں کہو کہ دیکھکر تلاوت کرنا چاہو (معطوف و معطوف علیہ میں فرق عنوان تعبیری کا ہے ورنہ مقصود ایک ہے اور ولی محمد کا اول کو تلاوت پر اور دوسرے کو اختلاف قرأت قراء جاننے پر محمول کرنا مجہے تکلف معلوم

ہوتا ہے واللہ علم) تمہیں وعدہ کرتا ہوں کہ تمکو آنکھیں مہیا کروں گا تاکہ اے عظیم اللذات تو قرآن پڑھ سکے۔ چنانچہ اوس نے ایسا ہی کیا۔ کہ جب میں پڑھنے کے لئے قرآن کھولتا ہوں تو وہ دانائے راز جو کبھی کسی کام سے غافل نہیں ہوتا اور وہ معظم شہنشاہ اور صانع عالم اور شہنشاہ لاشریک مجھے روشن آنکھیں عطا فرماتا ہے جو تاریکی عمی کو یوں پیسٹ کر رکھدیتی ہیں جیسے چراغ تاریکی شب کو۔ یہ قصہ تو ہوچکا اب سنو کہ ولی جو حق سبحانہ کے فعل پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ وہ اوسکو بلا چون وچرا تسلیم کرلیتا ہے اوسکی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ جو چیز لیتے ہیں اوس کا معاوضہ دیتے ہیں چنانچہ اگر وہ تمہارا باغ جلا دیتا ہے تو اوس کے عوض تم کو انگور دیتا ہے اور بین غم میں تمکو خوشی عطا کرتا ہے اور لنجے کو ہاتھ عنایت کرتا ہے اور غم سے لبریز لوگوں کو دل مست عطا کرتا ہے۔ پس جبکہ ہم نے یہ دیکھا کہ ہمارے مطلوب سے بھی بڑا عوض ہمکو ملجاتا ہے تو ہم نے چون وچرا اور اعتراض چھوڑ دیا کیونکہ ایسی حالت میں نکتہ چینی محض فضول ہے۔ مثلاً اگر ہم کو بدون آگ کے گرمی ملجاوے تو ہم کو آگ کے بجھ جانیکا کیا غم اگر وہ ہماری آگ کو بجھادے تو ہم رضا مند ہیں اور جبکہ وہ تمکو بلا آنکھ کے بینش عطا فرماویں تو تم کو کیا غم یہ اندھا پن تو خود ایک چشم روشن ہے پھر رنج کی کونسی وجہ ہے علیٰ ہذا اگر چراغ کے بدون وہ تم کو روشنی دیں تو اگر ایسی صورت میں تمہارے چراغ کو گل کردیں تو تمہارے آہ وزاری کرنیکی کونسی وجہ ہے

۲۵۲

ایک اندھے شیخ کا قصہ کہ وہ قرآن شریف کو

(باقی آیندہ)

الفاکہی من روایۃ ابن اسحٰق حدثنی
یحیی بن عباد بن عبد اللہ بن
الزبیر عن ابیہ قال لما حج
معاویۃ فحججنا معہ فلما طاف
بالبیت صلی عند المقام
رکعتین ثم مر بزمزم
وھو خارج الی الصفا
فقال انزع لی منھا
دلوا یا غلام قال
فنزع لہ منہ دلوا
فاتی بہ فشرب
وصب علی وجھہ
وراسہ وھو یقول زمزم
شفاء وھی لما شرب
لہ قال شیخنا انہ
حسن مع کونہ موقوفا
وقال قبلہ فی بعض
الروایات) لکن مثلہ
لا یقال بالرای (ثم قال)
ومرتبۃ ھذا الحدیث انہ
باجتماع ھذہ الطرق

فاکہی نے ابن اسحٰق کی روایت سے ذکر
کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھہ سے یحیی بن عباد
ابن عبد اللہ بن الزبیر نے اپنے باپ سے
حدیث بیان کی کہ حضرت معاویہ نے
حج کیا اور اون کے ساتھہ ہم نے بھی
حج کیا سو جب بیت اللہ کا طواف
کر چکے تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت
پڑھی پہر صفا کی طرف جاتے ہوئے زمزم کے
پاس گذرے اور فرمایا کہ اے لڑکے میرے لئے
اسمیں سے ایک ڈول نکال اونہوں نے
ایک ڈول نکالا اور وہ حضرت معاویہ کے
پاس لائے اونہوں نے پیا بھی اور اپنے
چہرہ اور سر پر ڈالا بھی اور یہ کہتے جاتے
تھے کہ زمزم شفا ہے اور وہ اسی چیز کو نافع
ہے جس کے لئے بھی پیا جاوے۔ بلکہ
ہمارے شیخ نے فرمایا کہ یہ حدیث باوجود
موقوف ہونے کے حسن ہے (اور اس سے
قبل ایک روایۃ موقوفہ کے متعلق کہا ہی
کہ) لیکن ایسی بات رائے سے نہیں کہی
جاتی (پہر کہا ہے) اور مرتبہ اس حدیث
کا یہ ہے کہ ان طرق کے جمع ہو جانیسے

۱۰۹

یصلح للاحتجاج بہ وقد جرّبہ جماعۃ من الکبار **ف** التبرک بماء زمزم کالمجمع علیہ للقوم والحامل لہم علیہ مع ہذہ الروایات الحب للّٰہ والمشاعرۃ من البلد الحرام فیہ البیت الحرام والاصفیاء من سیدنا اسمٰعیل وسیدتنا ہاجرۃ علیہما السلام۔

الحدیث ما رأہ المسلمون حسنا فہو عند اللّٰہ حسن احمد فی کتاب السنۃ و وہم من عزاہ للمسند من حدیث ابی وائل عن ابن مسعود قال ان اللّٰہ نظر فی قلوب العباد فاختار محمدا صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فبعثہ برسالتہ ثم نظر فی قلوب العباد فاختار

۱۱۰

وہ احتجاج کے قابل ہوسکتی ہے اور اس کا تجربہ اکابر کی ایک (بڑی) جماعت نے کیا ہے **ف** آب زمزم سے برکت حاصل کرنا صوفیہ میں مثل امر اجماعی کے ہے اور ان کے لئے داعی اس کا ان روایات کے ساتھ حق تعالیٰ کی محبت ہے اور اس کے شعائر کی یعنی مکہ کی اور بیت اللہ کی اور اوس کے مقبولین کی محبت یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کی

حدیث جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہے روایت کیا اسکو احمد نے کتاب السنۃ میں اور جس نے اوسکو مسند کی طرف منسوب کیا اس نے غلطی کی (اور یہ روایت ابی وائل کی حدیث سے (ہے) وہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے) بندوں کے قلوب میں نظر فرمائی سو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا اور آپکو رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا پھر بندوں کے قلوب میں نظر فرمائی سو آپ کے لئے

له اصحابا فجعلهم انصار دينه ووزراء نبيه فما راٰه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وما راٰه المسلمون قبيحا فهو عند الله قبيح وهو موقوف حسن وكذا اخرجه البزار والطيالسي والطبراني وابو نعيم في ترجمة ابن مسعود من الحلية بل هو عند البيهقي في الاعتقاد من وجه آخر عن ابن مسعود۔ ف الحديث كالنص في تفسير المسلمين بالاصحاب ثم ان حمل على الاستغراق اختص بالاجماع وان حمل على الجنس يتقيد بالاجتهاد للدلائل فيفيد حجية القياس فان قيل ان حجية القياس

اصحاب کو منتخب فرمایا اور اونکو اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی کا وزیر بنایا پس جس چیز کو (یہ) مسلمان (یعنی صحابہ) اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہے اور جس چیز کو یہ مسلمان بری سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بری ہے اور یہ حدیث موقوف اور حسن ہے اور اسیطرح اوسکو بزار اور طیالسی اور طبرانی اور ابو نعیم نے حلیہ میں ابن مسعود کے ترجمہ میں روایت کیا ہے۔ بلکہ یہ حدیث بیہقی کے نزدیک اعتقاد میں دوسرے طریق سے بھی ابن مسعود سے مروی ہے **ف** یہ حدیث تقریباً اس میں نص ہے کہ مراد مسلمین سے حدیث میں اصحاب ہیں پھر سب صحابہ مراد لئے جاویں تو حدیث خاص ہوگی اجماع کے ساتھ اور اگر مطلق صحابہ مراد لئے جاویں تو دوسرے دلائل سے اوسمیں اجتہاد کی بھی قید ہوگی پس حدیث قیاس کے حجت ہونیکو مفید ہوگی اگر اسپر یہ سوال کیا جاوے کہ قیاس کا حجت

لا يختص بالصحابة فما الوجه
في هذا التخصيص قلنا التخصيص
من حيث ان رايهم مقدم على
راى غيرهم من القايسين
وهذا الوجه يتمشى على
قول ابى حنيفة رح ان
تقليد الصحابي واجب
ولما اتضح معنى الحديث
سقط احتجاج الغلاة
به في بدعاتهم ورسومهم ـ

۱۱۲ **الحديث** مسح العينين
بباطن انملتى السبابتين
بعد تقبيلهما عن سماع قول
المؤذن اشهد ان محمدا
رسول الله مع قوله
اشهد ان محمدا عبده
ورسوله رضيت بالله ربا و
بالاسلام دينا وبمحمد صلى الله عليه
وسلم نبيا قلت اورد صاحب
المقاصد في الباب عدة
اقسام من الروايات

ہونا صحابہ کے ساتھ خاص نہیں پھر اس
تخصیص کی کیا وجہ ہم جواب دیں گے
کہ تخصیص اس اعتبار سے ہے کہ انکی
رائے دوسرے مجتہدین کی رائے پر مقدم
ہے اور یہ وجہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب
پر چلتی ہے کہ صحابہ کی تقلید (مجتہد پر
بھی) واجب ہے اور جب حدیث کے
معنی واضح ہو گئے تو بدعات اور رسوم
(کے استحسان) میں اہل غلو کا اس
حدیث سے استدلال کرنا باطل ہو گیا۔

حدیث جب موذن اذان میں
اشہد ان محمدا رسول اللہ کہے اور سکو
سنکر زبان سے یہ کہے اشہد ان محمدا
عبدہٗ و رسولہ رضیت باللہ ربا و
بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ
علیہ وسلم نبینا۔ اور شہادت
کی دونوں انگلیوں کے پوروں کے
اندرونی حصہ کو چوم کر دونوں آنکھوں پر
پھیرلے میں (اس کے متعلق) کہتا ہوں
کہ صاحب مقاصد اس باب میں
کئی قسم کی روایات لائے ہیں

(باقی آئندہ)

کہ میں اسکو نظر محبت سے دیکھوں جب محب ہونیکی بھی صلاحیت نہیں تو محبوب ہونے کے لئے تو ذرا منہ دہو رکہے اپنے محب ہونے کے قابل بھی نہونے کے باب میں خوب کہا گیا ہے

بخدا کہ رشکم آید ز دو چشم روشن خود　　　　که نظر دریغ باشد بچنیں لطیف روے

اور ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم　　　　گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

اس بدصورت کو تو محبوب اگر ایک نظر دیکھنے کی بھی اجازت دیدے تو اسی پر متعجب ہونا چاہیئے۔ کہ مجھہ میں کونسی بات ہے کہ محبوب نے مجکو اپنے دیکھنے کی اجازت دیدی۔

(۷۷) **حکایت** مجھے ایک واقعہ یاد آیا ریاست رامپور سے ایک طالب علم نے میرے پاس خط بہیجا کہ مجکو فلاں تردد ہے اس کے لئے کوئی دعا تبلا دیجئے میں نے لکھا کہ لاحول پڑھا کرو چندروز کے بعد وہ مجھہ سے ملے اور پہر شکایت کی میں نے پوچھا اس سے قبل میں نے کیا بتلایا تہا کہنے لگے کہ لاحول پڑہنے کو بتلایا تہا سو میں پڑہتا ہوں اتفاقاً میں نے یہ سوال کیا کہ کس طرح پڑھا کرتے ہو کہنے لگا کہ یہ یوں پڑھا کرتا ہوں لاحول۔ لاحول۔ لاحول۔ وہلم جرا۔ تو جیسے یہ بزرگ لاحول پڑہنے کے یہ معنی سمجھے کہ صرف لفظ لاحول کو پڑھ لیا جائے حالانکہ لاحول اس پورے کلمہ کا لقب ہے اسی طرح ان لوگوں نے بھی لا الہ الا اللہ سے صرف یہی جملہ سمجھا حالانکہ لا الہ الا اللہ سے وہی مراد ہے کہ جس کے ساتہ محمد رسول اللہ بھی ہو۔

(وعظ ضرورۃ الاعتنا بالدین۔ دعوات جلد ۳۔ صفحہ ۸۔ س ۶)

(۷۸) **حکایت**۔ ہمارے حضرت قبلہ حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ مضمون بیان فرمارہے تہے کہ جس طرح راحت و آرام نعمت ہے اسی طرح بلا بھی نعمت ہے کہ اسیوقت ایک شخص آیا اور اس کا ہاتھہ زخم کی وجہ سے خراب ہورہا تہا اور سخت تکلیف میں مبتلا تہا اور کہا کہ میرے لئے دعا فرمایئے اسوقت میرے قلب میں یہ خطرہ گذرا کہ حضرت اس کے لئے کیا دعا کریں گے اگر صحت کی دعا کریں تب تو اپنی تحقیق سے رجوع لازم آتا ہے اور اگر دعا نہ کریں تو اس شخص کے مذاق کی

رعایت نہیں ہوتی۔ اور یہ شیخ کامل کے لئے ضروری ہے آپ نے فرمایا کہ سب لوگ دعا کریں کہ لے اللہ اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ تکلیف بھی نعمت ہے۔ لیکن ہم لوگ اپنے ضعف کی وجہ سے اِس نعمت کے متحمل نہیں ہو سکتے اِس نعمت کو مبدل بہ نعمت صحت فرما دیجئے۔ (وعظ ایضاً ص۲۲ س۱۴)

(۷۹) **حکایت**۔ ایک محقق کی حکایت یاد آئی کہ اُن سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ قبور سے فیض ہوتا ہے یا نہیں فرمایا کہ فیض لینے والا کون ہے اس شخص نے کہا کہ مثلاً میں ہوں فرمایا کہ نہیں ہوتا الحمد اکبر کتنا بڑا مسئلہ اور کس طرح دو جملوں میں حل کر دیا۔ یہ بات اہل علم کے یاد رکھنے کی ہے کہ اونکو جواب میں سائل کے تابع ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ وہ جس طرز سے جواب چاہیں اسی کو ضروری سمجھا جائے بلکہ اون کی مصلحت پر نظر کرنی چاہیے۔ (وعظ ضرورۃ العمل بالدین دعوات جلد۳۔ عـــ۳ــ س۱۳)

(۸۰) **مثال**۔ مجیبوں نے جب دیکھا کہ اونکی یہ حالت ہے تو جس چال اُنہوں نے چلایا اوسی چال اونہوں نے چلنا اختیار کیا اس میں بڑی خرابی یہ ہوئی کہ سائلین کے امراض میں ترقی ہوتی گئی اور شبہات ترقی پذیر ہوتے گئے اس کی ایسی مثال ہے جیسے طبیب کے پاس کوئی مریض جائے کہ جس کو مرض دق بھی ہو اور زکام بھی اور جاکر حکیم سے فرمائش کرے کہ اول زکام کا علاج کر دیجئے تو اگر طبیب زکام کے علاج میں ایک مزید مدت صرف کر دے تو وہ خائن ہے اسکو چاہیئے کہ مریض کو رائے دے کہ ہرگز ایسا نہ کرو۔ اول دق کی خبر لو۔ اگر مریض اس تجویز پر یہ کہے کہ حکیم صاحب کچھ نہیں جانتے تو طبیب اسوقت کیا کرے گا۔ ظاہر ہے کہ اس کے جہل پر رحم کرے گا اور پھر بھی اپنی ہی تجویز اور اسکی مصلحت پر عمل کرے گا اور اگر اس نے مریض کا اتباع کیا تو وہ خود غرض ہے (وعظ ایضاً ص۴ س۳)

(۸۱) **حکایت**۔ مجھے ایک حکایت یاد آئی کہ ایک مدنی لکھنؤ میں آئے۔ اور اونہوں نے قرآن سنایا ہندوستانی ذہین تو ہوتے ہیں ایک لڑکے نے اُن کی قرأت کی نقل اُتار لی لوگوں نے اوسکو خوب مشق کرائی اور جب اپنے نزدیک وہ قاری صاحب

افضل ہو گئے تو اپنا کمال ظاہر کرنے کے لئے قاری صاحب کے پاس اس لڑکے کو لے گئے اور کہا کہ اس نے کچھ تبرکاً آپ کا اتباع کیا ہے اونہوں نے کہا کہ ہاں سنائیے چنانچہ لڑکے نے سنایا جب سنا چکا تو یہ لوگ داد کے منتظر رہے قاری صاحب نے کچھ نہ کہا تو انہوں نے خود ہی پوچھا کہ اس نے کیسا پڑھا قاری صاحب نے کہا کہ ایسا پڑھا جیسے ہم نے ایک لغات اردو بنایا ہے۔ اَلْحُبَارُ (بفتحتین ۱۲) (لکری) اَلْحَطَبُ (بفتحتین ۱۲) (الکری) اَلْعَنْکَبُوْتُ (بفتحتین ۱۲) (مکری) اسوقت حقیقت معلوم ہوئی۔ کہ کیسا قرآن صاحبزادے نے پڑھا ہے (وعظ ایضاً صہ سطر)

(۸۲) **حکایت**۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ دہلوی مہاجر کی رہے ایک عربی نے کہا کہ آپ لوگ اتنے دنوں سے عرب میں رہتے ہیں لیکن ابتک عرب جیسا قرآن نہیں پڑھ سکتے اونہوں نے کہا کہ غیر زبان میں اہل زبان کی سی مہارت نہیں ہوسکتی کہنے لگے کہ کیوں نہیں ہوسکتی آخر ہم اردو بولتے ہیں اونہوں نے کہا کہ آپ ہرگز اہل زبان کی برابر نہیں بول سکتے اور اگر بول سکتے ہیں تو کہئے ٹٹو۔ ٹھٹھا۔ ان بیچارے نے کہا تو تتو۔ تتا ہی نکل سکا مگر یہ دفع الوقتی تھی وہ لوگ تو اس کے مکلف نہیں کہ اردو صحیح بولیں اور ہم تو مکلف ہیں۔ قرآن صحیح پڑھنے کے (صہ ۸ سطر ۱۳)

(۸۳) **حکایت**۔ ایک صاحب نے سورۂ ناس میں مِنَ الْجِنَّاتِ وَالنَّاس پڑھا ایک صاحب نے سورۂ ابی لھب میں تَبَّتْ یَدٰٓا اَبِیْ لَحَبْ پڑھا ایک صاحب نے کہا کہ حضور اتنے بڑے عالم ہو کر غلط پڑھتے ہیں کہنے لگے کس طرح پڑھوں ان صاحب نے آہستہ سے بتلایا کہ اَبِیْ لَھَبٍ۔ آہستہ اس لئے بتلایا کہ کوئی سنے نہیں ناحق کی رسوائی ہے۔ تو وہ بزرگ اس آہستگی ہی کو مقصود سمجھکر فرماتے ہیں ہاں زور سے نہ پڑھا کروں۔ ہلکے سے پڑھا کروں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون سمجھانے پر بھی نہ سمجھے بات یہ ہے کہ بلا حاصل کئے ہوئے کچھ نہیں آتا۔ (وعظ ایضاً صہ ۹ سطر ۱۲)

(۸۴) **حکایت**) ایک منطقی صاحب کو شبہ ہوگیا کہ قرآن سے مسئلہ غلامی کا ابطال ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن میں ہے اِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً اور یہ صیغہ حصر کا ہے پس غیر من و فدا منفی ہوگا ایک عالم مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے ان سے

کہا کہ یہ قضیہ کونسا ہے کہنے لگے کہ منفصلہ۔ پھر اونھوں نے پوچھا کہ حقیقیہ یا مانعۃ الجمع یا مانعۃ الخلو اسکو سنکر اُن منطقی مولوی صاحب کی آنکھیں کھلیں اور شبہ زائل ہوا اور بے انتہا خوش ہُوئے وہ یہ سمجھے ہُوئے تھے کہ یہ حقیقیہ ہے اونھوں نے متنبہ کردیا کہ ممکن ہو کہ مانعۃ الجمع ہو تو وہ تو چونکہ ذی علم تھے اس لئے ایک اشارہ کردینے سے اُن کو حل ہوگیا۔ لیکن جس شخص کو معلوم ہی نہ ہو کہ حقیقیہ اور مانعۃ الخلو یا مانعۃ الجمع کس کو کہتے ہیں وہ تو اس کو گھیر گھار کر جواب ہی سمجھیگا۔ اگر ایک شخص سے کہا جائے کہ مثلث کے تین زاویے ملکر دو قائموں کی برابر ہوتے ہیں اور وہ فن اقلیدس سے واقف نہ ہو تو کسی طرح بھی آپ اسکو نہ سمجھا سکیں گے اگرچہ ہزار دفعہ ناپکے دکھلا دیجئے جیسے ہمارے یہاں ایک شاعر تھے کہ وہ اپنے اشعار کے مصرعے دھاگے سے ناپ کر برابر کیا کرتے تھے ایک مرتبہ اُن سے کسی نے کہا کہ آپ کا ایک مصرعہ چھوٹا اور ایک بڑا ہے۔ کہنے لگے کہ یہ تو اوپر ہی سے ہوتی آئی ہے۔ الٰہی غنچۂ اُمید بکشا ✦ اس کو تو کھینچ کھینچکر پڑھا۔ گلے از روضۂ امید بنما ✦ اسکو جلدی سے پڑھ دیا کہ دیکھو اس میں بھی مصرعہ ثانی چھوٹا ہے اب جو لوگ فن شعر سے واقف ہیں وہ اسکو سنکر داد دیں گے اور سمجھیں گے کہ اس شخص کو کسی طرح بھی نہیں سمجھایا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں مصرعے برابر ہیں واللہ اے صاحبو! علماء کے نزدیک آجکل کی دلیلیں اس سے بھی بدتر ہیں جیسے یہ شاعر سمجھا تھا کہ میں نے بہت بڑی دلیل قائم کردی ہے ایسے ہی آجکل کے عقلاء اپنے دلائل کو نہایت مدلل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ علماء کے نزدیک اَوْهَنُ مِنْ بَيْتِ الْعَنْكَبُوْتِ ہوتے ہیں علماء فضلاء اُنپر ہنستے ہیں اور اُن بیچاروں کو قابل رحم سمجھتے ہیں اور جس طرح وزن اور تقطیع نہ جاننے کی وجہ سے اُس شاعر کو نہیں سمجھا سکتے تھے اسی طرح مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو نہ جاننے کی وجہ سے ان لوگوں کو بھی نہیں سمجھا سکتے مگر جاننے والوں سے پوچھئے کہ ایک چھوٹا سا لفظ سنکر اون کی کیا حالت ہوئی کہ وجد آنے لگا۔ وعظ ایضًا (صہ ۱۵ سلہ)

(۸۵) **حکایت**۔ ایک واقعہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہی ؒ کا یاد آیا

(ح) معجزات کے اور آیات مثبتہ معجزات کے درمیان میں اختیار کیا تھا کہ جن آیتوں سے نفی ثابت ہوتی ہے مراد لفظ آیۃ سے معجزہ ہے اور جن آیات سے اثبات ہوتا ہے اون میں لفظ آیۃ سے مراد آیات کتاب الٰہی ہیں یہ طریقہ صحیح نہ رہا کیونکہ ان تیس آیات مذکورہ میں کسی طرح گنجایش نہیں کہ لفظ آیۃ سے مراد آیت کتاب الٰہی لیجاوے تو مدعا نکا (یعنی نفی معجزات) ثابت نہوا اور تعارض بین الآیات بحال رہا۔ ایسے موقعوں پر ہم اونکو رائے دیتے ہیں کہ قاعدہ مسلمہ بین العقلا "لکل فن رجال" پر عمل کیا کریں اور جو کام اون کے کرنیکا نہیں ہے اوسمیں دخل نہ دیا کریں بلکہ اوسکو اوس فن کے جاننے والوں پر چھوڑ دیا کریں اگر یہ عربی کا جملہ اون کی سمجھ میں آوے تو اپنے تسلیم کردہ مسئلہ تقسیم عمل ہی پر عمل کر لیا کریں کبھی ایک حاکم ادنیٰ مجسٹریٹ سے لیکر اعلیٰ جج اور لفٹننٹ گورنر اور ویسرائے تک ایک معمولی ڈاکٹر کے حکم میں دخل نہیں دیتا دیکھا ہوگا کہ بعض دفعہ ڈاکٹر نے ذرا دیر میں بڑے سے بڑے مجسٹریٹ کو دماغ خراب ہو جانے کا حکم لگا کر نکلوا دیا تقسیم عمل کا مسئلہ آجکل بالکل مسلمہ مسئلہ ہے ہم کہتے ہیں کہ اسکو صرف دنیا ہی تک محدود نہ کیجئے دین میں بھی اس سے کام لیجئے اور دنیا کے کام آپ کیجئے اور دین کے کام علماء پر چھوڑ دیجئے۔ جب علماء کو کوئی عدالتی کام پیش آتا ہے تو وہ اوسکو جزءً او کلاً آپ لوگوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح آپ کو جو دین کا کام پیش آوے آپ اوسکو جزءً او کلاً علما کے سپرد کیجئے یا خود علماء کے زمرہ میں آجایئے اور علم دین باقاعدہ حاصل کیجئے تو اوسوقت دینی حصہ میں آپ بھی شریک ہو جاوینگے اور اس صورت میں رائے زنی تقسیم عمل کے خلاف نہوگی۔ مگر ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ اوسوقت آپ بھی علما ہی کے ہمنوا ہونگے اور معجزات سے انکار آپ کی طبیعت سے نکل جائیگا یہ انکار جبھی تک ہے کہ دین سے جہل ہے باقاعدہ عالم دین بنیئے تب دین میں دخل دیجئے بدون باقاعدہ تحصیل علم دین کے دین میں دخل دینا اور خود کو اسکا اہل سمجھنا جہل مرکب ہے۔

یہانتک کی تقریر سے جواب الزامی ہو گیا خلاصہ اوس کا یہ ہے کہ اہل فطرت نے لفظ آیۃ میں من گھڑت کر کے معجزات کی نفی قرآن سے ثابت کی اور سمجھا کہ اس سے

۲۲۹

(۷) آیات نافیہ اور مثبتہ میں تطبیق ہوگئی ورنہ تعارض رہیگا۔ ہم نے ثابت کردیا کہ لفظ آیۃ میں یہ تصرف نہیں چل سکتا اور بیس آیتیں بیش کیں جن میں اس تصرف کی بالکل گنجایش نہیں۔ جب ان میں اوس تصرف کی گنجایش نہیں تو ان سے معجزات کا ثبوت ہوا۔ جب ان سے معجزات کا ثبوت ہوا تو اون آیات سے جن سے اہل فطرت نے اپنے زعم میں معجزات کی نفی ثابت کی ہے تعارض بحال رہا۔ تو یہ تصرف تطویل لاطائل اور سعی بے فائدہ رہی اور اس کا مصداق ہوئی ؎

کردہ تاویل لفظ بکر را خویش را تاویل کن نے ذکر را

غرض رفع تعارض کی آڑ پکڑ کر تو انکار معجزات بالکل بے سود ہے۔ اونکو اونہی تاویلات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جو معجزات میں حضرات مخاطبین نے کی ہیں مثلاً اضرب بعصاک الحجر میں کہ اس کے معنے بیان کئے ہیں کہ لاٹھی ٹیک کر پہاڑ پر چڑھ جاؤ وغیرہ وغیرہ جنکو ہم اس باب کے شروع میں بقدر ضرورت بیان کر آئے ہیں وہ تاویلات جسقدر لغو ہیں اظہر من الشمس ہے اس کا بیان بھی ہم وہیں کر چکے ہیں۔ اون تاویلات کی حقیقت تحریف ہے جسکو تحریف قرآن گوارا ہے وہ اونکو اختیار کرے۔ الحاصل رفع تعارض والی تاویل بے سود رہی اور دیگر تاویلات بھی باطل ہیں تو ماننا پڑے گا کہ قرآن سے نفی معجزات نہیں ہوتی بلکہ اثبات معجزات ہوتا ہے۔ یہ سب جواب الزامی کا حاصل ہوا۔

اب ہم کہتے ہیں کہ جواب الزامی سے مخاطبین کے اس دعوے کا ابطال تو ہوگیا کہ (قرآن سے معجزات کی نفی ثابت ہے) لیکن ناظرین کو یہ الجھن پیدا ہوگئی ہوگی کہ جو تعارض مخاطبین نے آیات میں ثابت کیا تھا اور اوس کے رفع کرنے کے لئے لفظ آیۃ میں تصرف کیا تھا جسکو ہمنے تصرف بے محل اور تاویل القول بما لایرضی بہ القائل کہا تھا اور اوسکو بے سود۔ اور بے نتیجہ ثابت کیا یعنی یہ ثابت کردیا کہ اس سے وہ تعارض رفع نہیں ہوا آخر اس تعارض کا دفعیہ کس طرح ہے اسواسطے ہم جواب تحقیقی بھی دیتے ہیں جس سے وہ تعارض رفع ہوجاویگا اور کہیں تصرف بے محل لازم نہ آوے گا بلکہ بمصداق القرآن یفسر بعضہ بعضا

(۷) بہت سی آیتوں سے اوسکی تائید ہوگی اور اصل مسئلہ محقق ہوجاوے گا کہ معجزات کا وجود ہی حق ہے اور قرآن میں کہیں اِس کے خلاف نہیں آیا۔ اور چونکہ اوس میں کسیقدر طول ہوگا اسوجہ سے اول اوس کا خلاصہ عرض کئے دیتے ہیں پہر اوسکی شرح کریں گے تاکہ تفصیل بعد الاجمال کا لطف حاصل ہو۔ وہ خلاصہ یہ ہے۔ کہ جن آیتوں سے معجزات کی نفی ثابت کی گئی ہے۔ مثلاً وہ سات آیتیں جنکو حضرات مخاطبین نے نفی معجزات کے لئے پیش کیا ہے۔ اونمیں مراد کفار کے فرمائشی معجزات ہیں اور جن آیات سے معجزات کا ثبوت ہوتا ہے مثلاً وہ تیس آیتیں جو ہمنے پیش کی ہیں اون میں مراد وہ معجزات ہیں جنکو حق تعالیٰ نے مناسب وقت ظاہر فرمایا۔ حاصل یہ ہوگا کہ معجزات عملیہ کا ہونا ممکن اور واقع ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ہر شخص کے کہنے کے موافق ہر وقت دکہائے جایا کریں کیونکہ معجزہ حق تعالیٰ کا فعل ہے اور حق تعالیٰ علیم وحکیم ہیں اُس کے موقع ومحل کو اون سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔ اب اوسکی تفصیل سنئے تفصیل سے پہلے چند مقدمات ذہن نشین کر لیجئے۔

(۱) معجزہ حق تعالیٰ کا فعل ہے جو کسی نبی کی تصدیق کے لئے ظاہر کیا جاتا ہے اسکی دلیل کہ معجزہ حق تعالیٰ کا فعل ہے یہ آیت ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (ترجمہ) کنکریاں آپنے نہیں ماریں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ماریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو حق تعالیٰ نے اپنا فعل فرمایا۔ نیز بعض تفاسیر پر یہ آیت ہے وجعلنا من بین ایدیھم سدًا ومن خلفھم سدًا (ترجمہ) کردی ہمنے سامنے اون کے ایک دیوار اور پیچہے اون کے ایک دیوار۔ یہہ ہجرت کے قصہ کے متعلق ہے کہ کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان میں محصور کر رکہا تہا اور آمادۂ قتل تہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بامر الٰہی اسی حالت میں اون کے بیچ میں سے نکل گئے اِس طرح کہ تہوڑی خاک لیکر اپنے دونوں طرف ڈالتے چلے گئے اوس سے بقدرت خداوندی دونوں طرف آڑ ہوتی چلی گئی اور حضور اون کو نظر نہ پڑے۔ اوسکی دلیل کہ معجزہ نبی کی تصدیق کے لئے ظاہر کیا جاتا ہے

۲۳۱

(۲) یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات عطا فرماکر فرمایا بایاتنا انتما ومن اتبعکما الغلبون۔ یعنی ان ہمارے معجزات کے ذریعہ سے تم اور تمہارے تبعین غالب ہوں گے۔ یہ مضمون اکثر معجزات کے ساتھ ساتھ وارد ہے۔ اور یہ بات بہت ہی بدیہی اور ظاہر بھی ہے کہ معجزہ نبی کی صدق ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے چنانچہ کفار انبیاء علیہم السلام سے معجزات کا مطالبہ اسیواسطے کرتے تھے چنانچہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے اول مطالبہ یہی کیا ان کنت جئت بآیۃ فأت بہا ان کنت من الصدقین (ترجمہ) تم رسول بنکر آئے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ اگر تم سچے ہو اور قوم ثمود نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ما انت الا بشر مثلنا فأت بآیۃ ان کنت من الصادقین قال ہذہ ناقۃ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم۔ (ترجمہ) نہیں ہو تم مگر ایک انسان ہمارے جیسے بس کوئی معجزہ دکھاؤ اگر تم (دعوائے نبوت میں) سچے ہو۔ فرمایا (معجزہ یہ ہے) کہ یہ اونٹنی ہے (جو پتھر میں سے فوراً پیدا کی گئی) ایک دن کا پانی اوس کے واسطے ہے اور ایک دن کا تمہارے لئے۔ معلوم ہوا کہ نبی کا صدق ظاہر ہونے کے لئے معجزہ ظاہر کیا جاتا تھا اور اسیواسطے اوس کا مطالبہ ہوتا تھا۔

۱۳۲

(۳) جبکہ معجزہ حق تعالیٰ کا فعل ہے اور ظاہر ہے اور تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے کہ حق تعالیٰ فاعلِ مختار مطلق ہیں تو کسیکو اون کے فعل میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں حتیٰ کہ کسی نبی کو بھی حق نہیں۔ اور جبکہ یہ بھی مسلم ہے کہ حق تعالیٰ علیم وحکیم بھی ہیں تو اون کے کسی فعل کے کرنے میں یا نہ کرنے میں بے موقع ہونے کے شبہ کی بھی گنجائش نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ کسیکو کسی خاص قسم کے معجزہ کے مطالبہ کا بلکہ مطلق معجزہ کے مطالبہ کا حق نہیں حق تعالیٰ خود ظاہر فرمادیں تو اور بات ہے۔ اور اگر ظاہر نہ فرماویں یا دیر میں ظاہر فرماویں تو کسیکو حق اعتراض کا یا شبہ کا موقع نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس تک تبلیغ کی اور کفار کے ہاتھ سے ایسی ایذائیں اٹھائیں کہ اون کے سننے سے پتھر بھی موم ہو جاوے لیکن اسپر بھی جب کفار نے طعنہ دیا

(باقی آیندہ)

بلال (رضی اللہ عنہ) سے کہدو کہ اذان دیں اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہدو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (یہ فرماکر) آپ پھر بیہوش ہو گئے جب کسیقدر افاقہ ہوا تو پھر فرمایا کیا نماز کا وقت آگیا لوگوں نے کہا ہاں آپنے فرمایا بلال (رضی اللہ عنہ) سے کہدو کہ اذان دیں اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ (یارسول اللہ!) میرے والد نرم دل ہیں وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ضبط نہ کرسکیں گے اگر آپ بجائے ان کے دوسرے شخص کو حکم دیتے (تو بہتر تھا اس درمیان میں) پھر آپ پر غشی طاری ہوئی اس کے بعد جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ بلال سے کہدو کہ اذان دیں اور ابوبکر سے کہدو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (اور اے عورتو!) تم تو (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی ہمنشین عورتوں (کی طرح) ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر بلال نے حکم نبوی پاکر اذان دی اور (بموجب ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) حضرت ابوبکر نے لوگوں کو نماز پڑھائی (ابھی نماز ہو رہی تھی کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض میں افاقہ دیکھکر فرمایا کہ کسی کو بلالو میں اس کے سہارے سے باہر جاؤں گا چنانچہ بریرہ اور ایک دوسرے شخص آئے اور آپ ان دونوں کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے جب حضرت ابوبکر نے آپکو دیکھا تو ارادہ کیا کہ اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ جائیں (اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ خالی کردیں) آپنے انہیں اشارہ سے فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر قائم رہو۔ پھر (یہ فرماکر) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز ختم کی اس کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی

۱۵۵

(۳۴) حدیث۔ بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص از روئے تکبر اپنا کپڑا زمین پر لٹکائے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اسکو نظر عنایت نہ دیکھیں گے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگر کوئی شخص میرا کپڑا زمین پر لٹکتا دیکھے تو میں عہد کرتا ہوں کہ وہ شخص اسکو فوراً پھاڑ دے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ کام از روئے تکبر نہیں کرتے تھے

(۳۴) ابوالقاسم بغوی نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک حوض پر تشریف لائے اور فرمایا ہر ایک شخص اپنے صاحب اور دوست کی طرف پیرے یہ سنکر ہر ایک شخص اپنے اپنے دوست کی طرف حوض میں پیرا (تیرا) حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے ان سب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پیر کر تشریف لے گئے یہاں تک کہ آپ نے ان سے معانقہ کیا اور فرمایا اگر میں کسی کو اپنا خلیل اختتام زندگی تک کا بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن یہ میرے صاحب ہیں۔

(۳۵) مسلم نے جندب بن عبداللہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات کے پانچ دن پہلے سنا آپ فرماتے تھے میں خدا کے سامنے اس بات سے برأت ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے تم میں سے کسی کو خلیل بنایا ہو اور بیشک اللہ نے مجھے خلیل بنایا ہے جس طرح ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل بنایا تھا اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا آگاہ رہو جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد بنا لیتے تھے میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں۔

۱۵۶

(۳۶) ابن ابی حاتم و ابونعیم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ تلاوت کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اچھے الفاظ ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ موت کے وقت تم سے اسی طرح خطاب کریں گے۔

(۳۷) ابوعمر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں تعلیقاً لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو اہل بدر میں سے نہ تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا تھا فرمایا کہ تم اس شخص کے آگے چل رہے ہو جو تم سے بہتر ہے۔

(۳۸) ابن ابی حاتم نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ جس وقت یہ آیت شریفہ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ مجھ کو حکم فرماتے کہ میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالوں تو میں ضرور ہلاک کر ڈالتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تم سچ کہتے ہو۔

(۳۹) صحابہ میں سے ایک شخص سے جن کو محجن یا محجن بن فلاں کہا جاتا ہے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سب سے زیادہ رحیم ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ہیں الخ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے زیادہ رحیم ابو بکرؓ ہیں الخ ان دونوں حدیثوں کو ابو عمرؒ نے استیعاب میں لکھا ہے۔

(۴۰) غنیۃ الطالبین میں مذکور ہے بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ میرے بعد علیؓ ابن ابی طالب کو خلیفہ کر دیجئے فرشتوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ جو چاہیں گے کریں گے (اور اللہ کی مشیت میں) آپ کے بعد خلیفہ ابو بکرؓ ہیں +

(۴۱) ابن سعد نے ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا اسکو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے بیان کیا فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ گویا ہم اور تم دونوں ایک زینہ پر چڑھ رہے ہیں اور میں تم سے ڈھائی سیڑھیاں آگے ہوں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (اسکی تعبیر تو میری سمجھ میں یہ آتی ہے کہ) اللہ تعالیٰ جب آپ کو اپنی رحمت و مغفرت کی طرف اٹھا لیگا تو میں ڈھائی سال آپ کے بعد اور زندہ رہوں گا +

157

وہ احادیث جو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی شان میں وارد ہوئی ہیں

اگرچہ فضیلت شیخین کا مسئلہ تمام اہل حق کا مذہب ہے۔ مگر صحابہ میں سے کسی نے اس مسئلہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح پوری تصریح اور مضبوطی کے ساتھ نہیں بیان کیا چنانچہ[1]

[1] حضرت علی مرتضیٰؓ نے شیخین کے افضل امت ہونے کو اسقدر تصریح اور مضبوطی سے بیان فرمایا کہ حضرات شیعہ باوجودیکہ حق پوشی میں بےنظیر مہارت رکھتے ہیں انکی تصریحات کو نہ چھپا سکے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک خط کے جواب میں حضرت ممدوح نے تحریر فرمایا ہے۔

اس مسئلہ میں اُن سے مرفوع اور موقوف دونوں قسم کی حدیثیں منقول ہیں مرفوع حدیث یہ ہے کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) پیرانِ اہل جنت کے سردار ہیں یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے چنانچہ شعبی نے حارث سے اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) انبیاء و مرسلین کے سوا باقی تمام اہل جنت کے کیا اگلے اور کیا پچھلے سب کے سردار ہیں اے علی! تم ان دونوں کو

(بقیہ نوٹ ص۱۵) وکان افضلهم فی الاسلام کما زعمت وانصحهم لله ورسوله الخلیفة الصدیق وخلیفة الخلیفة الفاروق ولعمری ان مکانهما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بهما لجرح فی الاسلام یرحمهما الله وجزاهما باحسن ما عملا (شرح میثم مطبوعہ طہران) ۱۵۸

تمام صحابہ میں اسلام کے اعتبار سے افضل جیسا کہ تم نے بیان کیا اور اللہ تعالی اور اسکے رسول کے سب سے زیادہ مخلص خلیفہ صدیق اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق تھے اور اپنی جان کی قسم ان دونوں کا اسلام میں بڑا مرتبہ ہے اور بیشک انکی موت سے اسلام کو سخت زخم پہونچا اللہ تعالی ان دونوں پر رحمت نازل فرمائیں اور انکو اُن کے بہترین کاموں کا بدلہ عنایت کریں

نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک خط کے جواب میں جس میں اُنہوں نے خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اور شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ۱۲) کا افضل امت ہونا لکھا تھا حضرت ممدوح نے تحریر فرمایا ہے۔

اما بعد فقد اتانی کتابک تذکر فیه اصطفاء الله محمدا صلی الله علیه وآله لدینه وتأییده ایاه بمن ایده من اصحابه فلقد خبأ لنا الدهر منك عجبا اذ طفقت تخبرنا ببلاء الله عندنا ونعمته علینا فی نبینا فکنت فی ذلك کناقل التمر الی هجر (نہج البلاغۃ قسم دوم مطبوعہ مصر)

اما بعد تمہارا خط مجھ کو ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دین کیلئے برگزیدہ کیا اور ان کے اصحاب سے اِن کی مدد کی پس یقیناً ایک عجیب بات زمانے نے تم سے ظاہر کرائی کہ تم خدا کے وہ احسانات جو ہم پر ہیں اور وہ نعمتیں جو ہمارے نبی کے متعلق ہم پر ہیں انہیں ہم سے بیان کرنے لگے تم اس بارہ میں ایسے ہی ہوگئے جیسے کوئی شخص مقام ہجر میں چھوارے لیجائے۔

مطلب یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے مناقب تو ہمارے ہی لئے مفید ہیں اور ان کے فضائل تو بعینہ ہمارے فضائل ہیں اور ان کے مناقب ہم سے زیادہ تم کیا بیان کرسکوگے ہمارے سامنے ان کے مناقب بیان کرنا "گل آورد سعدی سوئے بوستان" کا مصداق بننا ہے ۱۲

دو ترجمہ والا قرآن شریف

ایک ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ لفظی ہے اور دوسرا ترجمہ حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کا ہے جو تقریبًا تحت لفظ ہونے کے باوجود بامحاورہ اور نہایت سلیس ہے اور حاشیہ پر ایک عام تفسیر ہے جو مفصل ذیل کتب کا خلاصہ ہے تفسیر کبیر۔ ابن جریر۔ درمنثور۔ خازن۔ ابن کثیر۔ مدارک۔ موضح القرآن فیماک۔ مستدرک حاکم۔ ابن مردویہ۔ ابن حاتم۔ مسند بزار۔ مسند امام احمد اور اسباب شان نزول از علامہ جلال الدین سیوطی رح ہے تقطیع متوسط یعنی طول دس انچہ اور عرض ساڑھے چھ انچہ لکھائی نہایت پاکیزہ کاغذ ولایتی چھپائی دیدہ زیب ہدیہ بلا جلد۔ پانچروپیہ (للعہ) مجلد ہیہ

حمائل شریف مترجم

ترجمہ حضرت حکیم الامۃ مدظلہ تقطیع طول پونے آٹھ انچ۔ عرض پانچ انچ۔ خط نہایت پاکیزہ کاغذ وطباعت قابل دید ہدیہ سے ر مجلد للعہ ر

دیگر عرض

قرآن شریف معرا مندرجہ ذیل ہدیوں کے روانہ ہوسکتے ہیں ۱۴ار۔ عہ ر۔ عہ ر۔ عہ ر۔ عہ ر۔ عہ ر۔ عا ر۔ عا ر۔ عا ر۔ سے ر۔ ہیہ ر۔ للعہ ر۔ للعہ ر۔

اور قرآن شریف مترجم بھی مختلف ہدیوں کے ہیں۔ مثلاً عا ر۔ سے ر۔ ہیہ ر۔ عہ ر۔ ے ر۔ ہیہ ر۔ عہ ر۔ ہیہ ر وغیرہ۔

جس انداز کا درکار ہو طلب فرمائیں انشاء اللہ جلد از جلد ارسال ہوگا اور ایسا ارسال ہوگا جو انشاء اللہ ہدیہ کی مناسبت سے پسند آویگا۔ مگر محصول ڈاک ہر ایک بذمہ خریدار ہوگا۔ فقط

قرآن شریف منگانیکا پتہ:- کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

(حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کی تازہ تالیف)

خطبات الاحکام

اس میں جمعہ کے باون خطبہ ہیں تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھا جاسکے اسکے علاوہ عیدین و نکاح استسقاء کے بھی خطبے درج ہیں اور سب خطبے نہایت سلیس ہیں اور باوجود جامع ہونیکے نہایت مختصر ہیں جو خطبوں میں محض ترغیبی مضامین ہیں حالانکہ ضرورت احکام کی بھی ہے اسواسطے ان خطبوں میں خاص اہتمام کے ساتھہ ترغیب و ترہیب کے علاوہ ضروری احکام بھی بیان کیئے ہیں مثلاً علم کی فضیلت اور ضرورت عقائد کی درستی پاکی کی فضیلت۔ نماز کی تاکید اور فضیلت۔ قرآن شریف کا پڑھنا پڑھانا اور اوسپر عمل کرنا ذکر اللہ اور دعا کی فضیلت۔ نوافل کی فضیلت۔ کہانے پینے میں اعتدال کا حکم۔ نکاح کے حقوق۔ کسب حرام سے پرہیز حقوق عام و خاص۔ خلوت۔ سفر کے آداب۔ نیک کام کرنا اور بُری کام سے روکنا۔ آداب المعاشرت۔ باطن کی اصلاح تہذیب اخلاق شکم اور شرمگاہ کی حفاظت۔ زبان کی حفاظت۔ مذمت غصہ کینہ حسد۔ مذمت دنیا۔ بخل اور مال کی محبت۔ حب جاہ اور ریاکاری کی برائی۔ تکبر اور خودپسندی کی مذمت۔ دہوکہ کہانیکی مذمت۔ توبہ کی فضیلت اور ضرورت۔ صبر اور شکر کی فضیلت۔ خوف و رجا۔ فقر و زہد۔ توحید اور توکل۔ محبت اور شوق اور انس اور رضا۔ اخلاص اور صدق۔ مراقبہ اور محاسبہ۔ تفکر اور سوچنا۔ موت اور بعد موت کا ذکر۔ یوم عاشورہ کے متعلق ہدایتیں صفر کے متعلق و ربیع الاول و ربیع الثانی کی رسوم ماہ رجب کے متعلق ہدایت ماہ شعبان کے احکام ماہ رمضان کی فضیلت روزہ کی فضیلت تراویح کی فضیلت شب قدر اور اعتکاف کی فضیلت۔ عیدالفطر کے احکام حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ۔ ذی الحجہ کے احکام۔ عیدالفطر کی فضیلت نیز عیدالضحیٰ استسقاء کی نماز منجملہ اور خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے اسمیں تمام احکام قرآن و حدیث ہی سے ثابت کیئے ہیں اور چونکہ خطبہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے اور اِس کے ساتھہ غیر عربی میں مضمون بیان کرنا خلاف سنت ہے اسواسطے خطبہ تو محض عربی ہی میں لکھا ہے مگر عوام کے مطالعہ کے واسطے اسکی آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ بھی آخر میں شامل کر دیا گیا ہے اگر اسکو نماز کے بعد وعظ کی جگہ سنا دیا جاوے تب بھی مفید ہو قیمت علاوہ محصول عہ رعایتی ۱۲ا

ملنے کا پتا۔ محمد عثمان تاجر کتب دینیہ کلاں دہلی